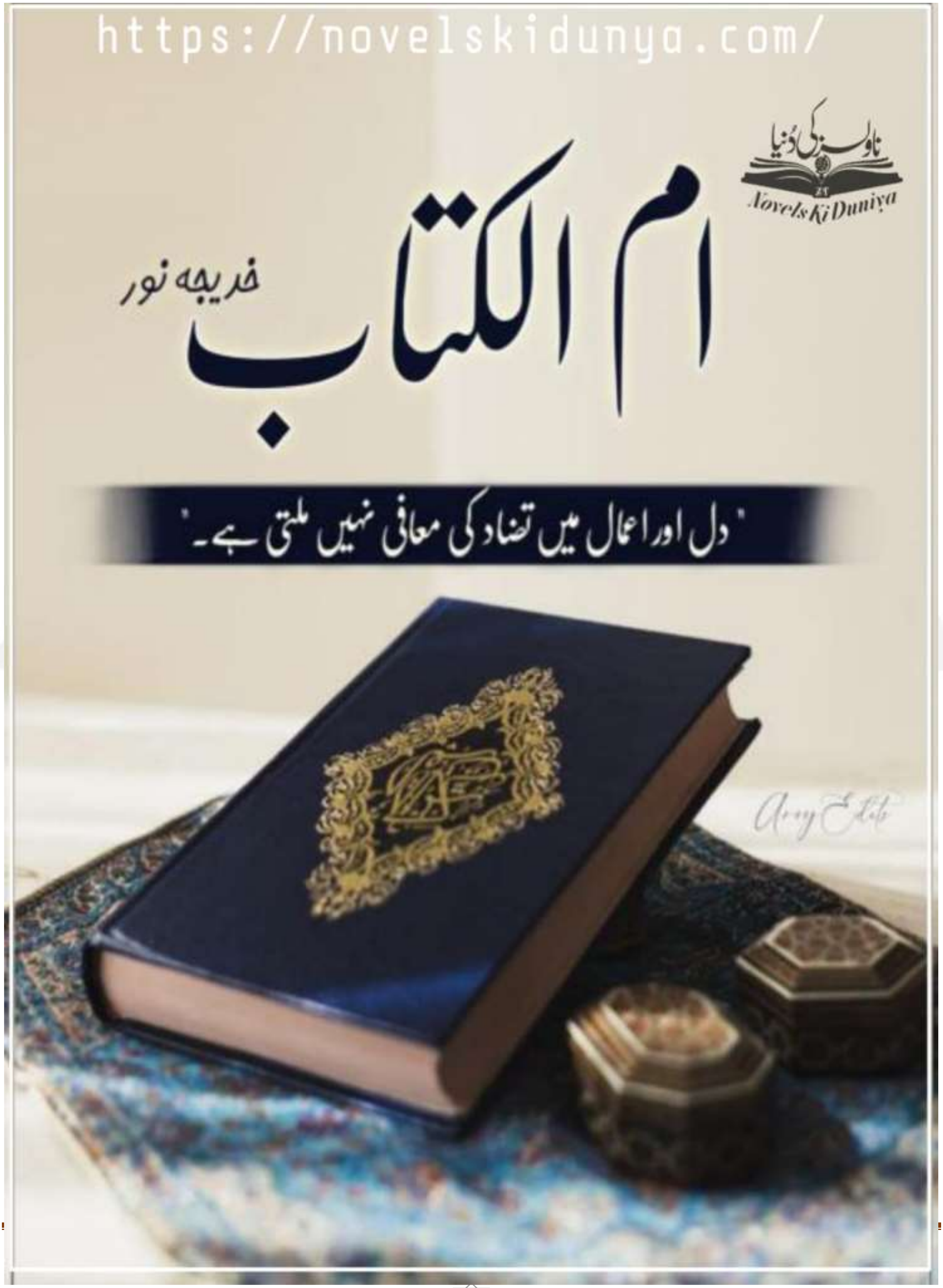
https://novelskidunya.com/
ناولز کی دُنیا
Novels Ki Duniya
ام الکتاب
خدیجہ نور
"دل اور اعمال میں تضاد کی معافی نہیں ملتی ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

السلام علیکم احباب۔۔۔۔ "

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ---- "

ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے

"novels ki duniya "

اور

"website"

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں ---

شکریہ-----

ام الکتاب

از قلم: خدیجہ نور

قسط نمبر: 13

کھٹکے کی آواز پر بند ساکت پتلیوں میں جنبش ہوئی۔ اک انجانے خوف کے زیر اثر وہ ایکدم سے آنکھیں کھول گیا۔ سامنے ہی نرس ڈرپ چینج کرتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ ستے ہوئے چہرے کے ساتھ اپنے بابا کی جانب دیکھ رہا تھا۔ ان کی سرجری کو آٹھ گھنٹے ہوچکے تھے۔ عنقریب وہ ہوش میں آنے والے تھے۔ نرس اپنا کام کرتی جاچکی تھی اور وہ اٹھ کر شہباز علی کے قریب آکر کھڑا ہوچکا تھا۔ ان کے چہرے کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے صدیوں سے بچھڑا کوئی اپنا مل گیا ہو۔ اور تھا تو حقیقتاً ایسا ہی۔ تین دہائیوں کی فصیل کیا کم تھی اس کے لئے؟

ان کا چہرہ نظروں میں سموئے وہ اشتیاق سے تک رہا تھا جب ان کے داہنے ہاتھ میں جنبش ہوئی۔ آنکھوں کی ساکت پتلیاں متحرک ہوئیں۔ بے اختیار شہریار کے منہ سے **"بابا"** نکلا۔

نیم وا آنکھوں سے انہوں نے اس کی جانب دیکھا۔

"بابا آپ ٹھیک ہیں نا۔۔” وہ فرط جذبات سے آنکھوں میں آنسو لئے ان کا ماتھا چومتے ہوئے بولا۔ دماغ میں اٹھ رہی ٹیسوں کو نظر انداز کرتے شہباز علی نے پلکیں جھپکا کر اس کی تشفی کروائی۔

"بابا آپ نہیں جانتے میں کتنا ڈر گیا تھا۔ مجھے لگا تھا میں ایک مرتبہ پھر آپ کو کھو دوں گا۔۔” ان کے قریب کرسی دھرے وہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے نم اور بھاری آواز میں بولا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کا تاثر دیکھ کر شہباز علی کو دل میں تکلیف اٹھتی محسوس ہوئی۔

"بابا اب آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں بس۔ پھر ہم دونوں یہاں سے بہت دور چلے جائیں گے۔۔” وہ اپنی رو میں بولتا جا رہا تھا۔

"مجھے... مع... ف... کر... دو... میرا.... ب.. چہ۔۔” وہ اٹکتے ہوئے بولے۔ شہریار نے نم آنکھوں سنگ مسکراتے ہوئے سر کو دائیں بائیں نفی میں جنبش دی۔

"بابا! باپ بیٹوں کا مان ہوتے ہیں۔ وہ حکم چلاتے، حق جتاتے اچھے لگتے ہیں۔ نا کہ معافی مانگتے ہوئے۔ میں غلط تھا جو آپ سے احتساب مانگ کر آپ کو شرمندہ کرنا چاہ رہا تھا۔ مجھے معاف کر دیں۔۔” وہ نادم لہجہ میں بول رہا تھا۔ اپنی تلخ باتوں کی معافی وہ فوری مانگ لی۔ باپ کے سامنے انا کی قربانی دے دی۔ اکڑ ساری دفن کر دی۔

"پھر.... بھی۔۔۔”

"پھر کچھ بھی نہیں بابا۔ آپ پرانی سب باتیں بھول جائیں۔ میں اور آپ ایک نئی زندگی شروع کریں گے۔ جہاں کوئی دوسرا تیسرا مداخلت نہیں کرے گا۔۔” وہ نرمی سے کہہ کر ان کے ہاتھ کی پشت کو لبوں سے چھوتا آنکھوں سے لگا گیا۔ ایک بیٹا اپنے باپ کا مان بڑھا گیا۔ اور بیٹے باپ کا مان بڑھاتے ہی اچھے لگتے ہیں نا کہ گھٹاتے۔

شہباز علی بھی آسودگی سے مسکرا دیئے۔ ان کے لیے اتنا کافی تھا کہ سامنے موجود ان کا بیٹا ان سے متنفر نا تھا۔ ان کی مجبوری کو سمجھ گیا تھا۔ اب وہ پر سکون تھے۔ رگوں میں سکون سرائیت کر چکا تھا۔

فضائیں جب بغاوت کے پیغامات دینے لگ جائیں تو ان پر کان منہ لپیٹ کر بیٹھنے سے صرف آپ کا نقصان ہوتا ہے۔ کسی اور کا نہیں۔ اسامہ کی دی گئی دھمکیوں کو محض اس کی نادانی سمجھ کر ساحر بہت بڑی غلطی کر چکا تھا۔ جس کا خمیازہ عنقریب اس کو بھگتنا پڑنا تھا۔

"سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں نا؟۔۔" سیاہ ماسک چڑھائے وہ اسکرین کے آگے بیٹھے شخص سے مخاطب ہوا۔ نیلی روشنی اسکرین سے منعکس ہوتی کمرے کے اندھیرے کو ختم کرنے کی ناکام کوشش میں کوشاں تھی۔ اس شخص کے ہاتھ تیزی سے کی پیڈ پر چل رہے تھے۔

"تو پھر یہ سب ویڈیوز اور پکس واٹس ایپ کروا بھی کے ابھی۔۔" تحکمانہ لہجہ لئے ماسک والا شخص بولا۔

بپ کی آواز پر موبائل پر آیا نوٹیفیکیشن چیک کرتے وہ مسکرا دیا۔

"گڈ جاب ڈیئر۔۔" اسکرین کے آگے بیٹھے شخص کا کندھا تھپتھپاتے وہ باہر نکل گیا۔

"سر وہ لے گیا ہے ویڈیوز اور پکس۔۔" اسکرین کے سامنے بیٹھا شخص مدھم آواز میں بولا۔ کان میں لگے ائیر پیس میں سے آتی آواز پر وہ بس سر ہلا رہا تھا۔

اسامہ کا اگلا ہدف اب نازنین تھی۔ اسامہ جانتا تھا اس وقت وہ دونوں کہاں پر موجود ہوں گے۔ جس ریستوران میں ساحر ہمیشہ جاتا تھا اسامہ بھی وہیں پہنچ چکا تھا۔ خوش قسمتی سے ان دونوں کو ڈھونڈنا نہیں پڑا اسے۔ وہ قدرے

پر سکون کونے والی ایک میز کے گرد آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ناز نین کا داہنا ہاتھ ساحر کے ہاتھ میں تھا اور لب ہل رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر فشار خون بڑھا۔ وہ ہاتھ جو اس کے ہاتھوں میں ہونے چاہیئے تھے وہ اس کے بھائی کے ہاتھوں میں تھے۔ وہ نظریں جو اس کے چہرے پر مرکوز ہونی چاہئیں تھیں وہ اس کے بھائی کے چہرے پر تھیں۔ وہ کیسے نا اپنا آپ بھسم ہوتا محسوس کرتا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی میز کے قریب پہنچ کر میز پر ایک جھٹکے سے اپنا موبائل رکھ گیا۔ ناز نین اس افتاد پر اپنا ہاتھ چھڑا کر اسامہ کی جانب دیکھنے لگی۔ ساحر بھی قہر آلود نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی؟ سارا ادب لحاظ بھول گیا ہے کیا تمہیں؟۔۔" ساحر مدھم آواز میں غرایا۔ اسامہ کان کی لو کھجاتا کرسی کھینچ کر اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔ لبوں پر مسکان سجائے ناز نین کا چہرہ دیکھا۔

"پھر میرا پرپوزل ریجیکٹ کر دیا تم نے بنا بتائے؟۔۔" یوں سوال پوچھا جیسے صدیوں پرانی بے تکلفی ہو۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟ کونسا پرپوزل؟ کیسا پرپوزل؟۔۔" ناز نین برجستہ بول اٹھی۔

"کم آن یار! خیر تمہیں نہیں یاد تو میں کروا دیتا ہوں؟۔۔" اسامہ کی نظروں کا مفہوم سمجھتے اس کے دماغ میں جھماکا ہوا۔

"وہ سب تمہاری اپنی خرافات تھیں۔ میرا ان میں کوئی حصہ نہیں۔۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"تمہارا حصہ ہے نا۔ تم میرے سامنے آئی اس میں کس کا قصور ہوا؟۔۔" اسامہ ساحر کو مکمل نظر انداز کئے اپنی دھن میں بولتا جا رہا تھا جبکہ ناز نین پر امید نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ کہ اب وہ کچھ کہے گا۔ اس کے متعلق اسامہ کی کہی گئی ہر بات کو جھٹک دے گا مگر وہ خاموش بیٹھا تھا۔

"ہو گئی تمہاری بکواس یا مزید کچھ باقی ہے۔۔" نازنین کی آنکھوں میں ابھرتی بے چینی پر وہ بول اٹھا۔

"میری بیوی سے دور رہو۔ اگر دوبارہ اس کے آس پاس بھٹکے تو اگلی سانس نہیں لینے دوں گا۔۔" ساحر دھمکی آمیز لہجے میں بولا جس کا اسامہ پر کوئی خاطر خواہ فائدہ نا ہوا۔

"حوصلہ رکھیں بڑے بھیا۔ آپ مجھے میری بات تو پوری کرنے دیں۔۔" اسامہ ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھاتے بولا۔ ساحر نے متذبذب نگاہوں سے اس کے ہاتھوں کی جانب دیکھا۔ اس کی انگلیاں اسکرین پر تیزی سے چل رہی تھیں۔

"ایکچویلی بھائی سے متعلق کچھ تفصیلات تمہیں دینی تھیں۔ جن کے بعد یقیناً تم ان سے شادی کے فیصلے پر ایک مرتبہ غور ضرور کرو گی۔۔" اسامہ یوں بول رہا تھا جیسے موسم کی خبر سنا رہا ہو۔ دوسری جانب ساحر لب بھینچے بیٹھا تھا۔ مطلوبہ فائل نکال کر نازنین کے سامنے موبائل رکھ دیا۔

"بس ایک کلک کی دوری پر ہو تم بھائی کی سچائی سے ڈیئر نازنین۔۔" مسکراتے لبوں کے سنگ اسامہ بولا تو نازنین نے ساحر کی جانب دیکھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ اور پھر وہ ہوا جس کا گمان ساحر علی خان کو بھی نا تھا۔

"مجھے میرے شوہر پر خود سے زیادہ یقین ہے۔ اگر وہ کچھ برا کرے گا بھی تو میری حق تلفی نہیں کرے گا۔ اس لئے اپنی سستی فلمیں جا کر کہیں اور دکھاؤ۔۔" نازنین کے الفاظ نے ساحر اور اسامہ دونوں پر سکتہ طاری کر دیا تھا۔ اور یہ سکتہ چھناکے کی آواز سے کسی چیز کے ٹوٹ کر گرنے سے ختم ہوا تھا۔ نازنین اسامہ کا موبائل زمین پر پٹخ چکی تھی جس کی اسکرین ٹکڑوں میں بٹ کر مکڑی کے جال کا سا منظر پیش کر رہی تھی۔ ساحر کے لبوں پر مسکان در آئی جبکہ اسامہ کی رگیں تن گئیں۔

"تم کیا سمجھتی ہو یہ موبائل توڑ دینے سے تم اپنے شوہر کی سیاہ کاریاں ختم کر دو گی؟ میرے پاس سے یہ فائل کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتی۔۔" اسامہ خود پر ضبط کئے مدھم آواز میں بولا جس پر نازنین دلکشی سے مسکرا دی۔ اس وقت یہ مسکراہٹ اسامہ علی خان کو دنیا کی سب سے بری مسکراہٹ لگی تھی۔

"اور ہاں شوہر تمہارا ایک قاتل، زانی اور اسمگلر ہے۔ آگے کی ڈیٹیلز تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ تم سب پہلے سے ہی جانتی ہو۔ اور اس شخص کی سیاہ کاریوں میں خود کو رنگ چکی ہو۔۔" اسامہ زہر میں بجھے الفاظ منہ سے اگل رہا تھا جس پر نازنین کی رنگت بدلی۔ غیض کی شدت سے گال دہک اٹھے۔

"Who the hell are you to judge me"?

وہ میز پر ہاتھ مارتی اونچی آواز سے غرائی۔ آس پاس لوگ جو پہلے ہی موبائل ٹوٹنے کی وجہ سے متوجہ تھے اب کہ ایک لڑکی کے یوں چلانے پر مزید دلچسپی سے یہ منظر دیکھنے لگے۔

"اپنی یہ اوچھی حرکتیں بند کر دو ورنہ تمہارا قتل کرنے پر مجھے قطعی افسوس نہیں ہو گا۔۔" نازنین روانی میں بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنا موبائل اور کلچ اٹھایا اور واک آوٹ کر گئی۔ ساحر طنزیہ مسکراہٹ اسامہ کی جانب اچھالتا نازنین کے پیچھے چلا گیا جبکہ اسامہ اپنے موبائل کی ٹوٹی اسکرین کو دیکھ کر گہری سانس خارج کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس شدید رد عمل کی توقع وہ بھی نازنین سے قطعی نا تھی اس کو۔

دوسری جانب کار کے پاس کھڑی نازنین گہرے سانس لیتی خود کو کمپوز کر رہی تھی۔

"جسٹ ریلیکس! کچھ نہیں ہوا۔۔" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے ساحر نرم لہجے میں بولا۔ نازنین نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں بہت عرصے سے آپ کو بتانا چاہتی تھی.... مگر میری ہمت نہیں پڑی..... اسامہ نے کئی مرتبہ مجھے اپروچ کرنے کی کوشش کی.... مگر میں نے ہر دفعہ اسے رد کیا۔ مجھے لگا شاید وہ باز آ گیا ہو۔۔" وہ اٹکتے لہجے میں بولی۔ ہاتھوں کی کپکپاہٹ کو کم کرنے کی خاطر مٹھیاں زور سے بھینچ گئی جس پر ناخن ہتھیلیوں میں کھب گئے۔ اس کی اس حرکت پر ساحر کے ماتھے پر بل پڑے۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اور بند مٹھیاں کھولیں تو دیکھا کہ ہتھیلیاں سرخ ہو رہی تھیں۔

"جن ہاتھوں پر میرے نام کی مہندی لگنی ہے ان کو کسی اور کی وجہ سے یوں تکلیف دو گی تو میں بالکل بھی معاف نہیں کروں گا۔۔" اس کے دونوں ہاتھ باری باری لبوں سے لگاتا وہ اسے ساکت چھوڑ گیا تھا۔ نازنین کیا کہنا چاہتی تھی سب بھول گئی تھی۔

"خود کو تکلیف دینا بند کرو۔ مجھے تم پر پورا یقین ہے کہ تم نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔" اپنے ہاتھوں کا دباؤ اس کے ہاتھوں پر ڈالتے ساحر نرمی سے بولا۔

"اب چلو گھر چلتے ہیں۔ تمہاری طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔" نازنین کو بازو کے حلقے میں لئے وہ گاڑی کا دروازہ اس کے لئے کھول گیا۔ دور کھڑے اسامہ کی نظروں میں اس منظر نے تپش بھر دی۔

"چند دن ہی ہیں باقی.... اڑ لو جتنا اڑنا ہے تم دونوں نے۔۔" قہر آلود نگاہ ان پر ڈالتا وہ پلٹ گیا۔

عائشہ کو اسکول چھوڑنے کے بعد اب اس کا رخ شیخ زیان کے ڈیرے کی طرف تھا۔ وہ جلد از جلد یہ معاملہ سلجھانا چاہتا تھا۔ اس عورت کو سمجھنا اس کے بس سے باہر کی بات تھی۔ ابھی بھی کچھ تھا جو وہ چھپا رہی تھی۔ مگر خیر فی

الوقت یہ معاملہ دیکھ لے باقی باتیں بعد میں۔ اس کی سیاہ گاڑی کو دیکھتے ہی گارڈ نے مؤدب انداز میں لوہے کا سلاخ دار آہنی گیٹ وا کر دیا جس پر وہ گاڑی اندر لے گیا۔ پارکنگ کے بعد اب اس کا رخ سامنے ایستادہ محل نما عمارت کی جانب تھا جس کے داخلی دروازے کھلے ہوئے تھے۔ رحمان گہری سانس بھرتا اندر کی جانب داخل ہوا۔

اس کی شخصیت دیکھ کر کسی بھی ملازم نے روکنے کی سعی نا کی۔ وہ سمجھے ان کے باس کا کوئی خاص جاننے والا ہو گا۔

"شیخ زیان سے کہو اس سے رحمان علی خان ملنے آیا ہے۔۔” پشت پر ہاتھ باندھے رحمان سنجیدہ لب و لہجے میں گویا ہوا۔ ملازم مستعدی سے سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔ رحمان نے اپنے ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لینا شروع کیا۔ یہ جگہ معمولی نا تھی نا یہاں کے لوگ۔

چند لمحے سرکے اور ایک ملازم اس کو مہمان خانے میں بٹھا گیا۔ وہ متذبذب انداز میں بار بار گھڑی کو تک رہا تھا۔ پونے گھنٹے بعد رحمان علی خان کا یہ انتظار اپنے اختتام کو پہنچا۔ سفید رنگ کے کلف لگے سوٹ میں ملبوس شیخ زیان کے قدم مہمان خانے میں داخل ہوئے۔

"ارے واہ آج تو بڑے لوگ تشریف لائیں ہیں ہمارے غریب خانے میں۔۔” رحمان کی جانب دیکھتے ہوئے زیان مسکراتے ہوئے بولا۔ ایسی مسکراہٹ جس میں استہزاء شامل ہو۔

"سیدھا مدعے کی بات پر آتے ہیں۔ میں نے پچھلے سال تمہارے کنٹینرز کی کلیئرنس کروائی تھی جو کہ غیر قانونی طریقے سے منگوانے کی بنا پر روک دیے گئے تھے۔۔” بنا کسی تمہید کے بات شروع کی۔

"تو اب تمہیں اس سب کا معاوضہ چاہیئے؟۔۔” پر سوچ انداز میں مقابل نے استفسار کیا۔

"یہی سمجھ لو۔۔”

"مگر میں ایسا کیوں کرنے لگا؟ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ سو اپنے کام کے لئے کسی اور شخص کا انتخاب کرو۔۔" زیان پر سکون انداز میں بولا۔

"تم بھول رہے ہو کہ تمہارے ڈرگز سے بھرے کنٹینرز پر میری نظر ہے اس سال بھی۔۔" مدھم سرگوشیانہ آواز میں تنبیہہ کی۔

"اور میری ایک فون کال پر وہ نا صرف رکوائے جائیں گے، میڈیا کسی ناگہانی مصیبت کی مانند تمہاری تشہیر شروع کر دے گا۔۔" سرد لہجے میں بولتے وہ مقابل کے حواس سلب کر گیا۔ زیان نے سلگ کر اس کی جانب دیکھا۔

"تمہارے پاس تیس سیکنڈ ہیں۔ اپنا فیصلہ جلدی سناؤ۔ ورنہ....۔۔" ہاتھ میں پکڑا موبائل لہرایا۔

"کہو کیا کرنا ہے مجھے۔۔" زیان دانت پہ دانت جمائے بولا۔

"ہانیہ عبید کا قرضہ معاف کرنا ہو گا۔ بلکہ جو سود کی رقم وصولی ہے وہ واپس کرنی ہو گی۔ اور جو اس کے باپ کی کمپنی میں کرپشن کی ہے اس کو کلئیر کرنا ہو گا۔۔" تفصیلاً اپنی بات سمجھا کر مقابل کے تاثرات جانچے۔ جو اس وقت اس زخمی شیر کی مانند تھے جو جال میں پھنس چکا ہو۔ دل کے ہر کونے میں ٹھنڈک اتر گئی تھی۔

"وہ قرضہ میں معاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ....۔۔"

"مجھے اگر مگر نہیں سننا۔ یقیناً میری بیوی کا قرض ان ڈرگز کی قیمت کا تیسرا حصہ بھی نہیں ہو گا۔ آگے تم سمجھدار ہو۔۔" صوفے سے اپنا کوٹ اٹھاتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری بیوی کو اگر اب کوئی پریشانی تمہاری طرف سے ہوئی تو مجھ سے اچھے کی امید مت رکھنا۔۔" تنبیہہ کرتے ہوئے وہ وہاں سے چل دیا۔ پیچھے زیان کے چہرے کے تاثرات متذبذب و برہم تھے۔ وہ مٹھیاں بھینچے وہیں بیٹھا تھا۔

"سر جو مہمان آئے تھے ان کے کھانے کا کیا انتظام کرنا ہے۔۔" خانساماں کی آواز نے زیان کا جمود توڑا۔

"گیٹ لاسٹ فرام ہئیر۔۔" وہ اونچی آواز میں دھاڑا۔ خانساماں کندھے اچکاتا تھوڑی حیرانی سے واپس چلا گیا۔ امیر خبطی لوگوں کے موڈ سوئنگز!

بستر پر پیر پھیلائے وہ اپنی رپورٹس ہاتھ میں پکڑے گم صُم سی بیٹھی تھی۔ چہرے پر یاس بھری مسکراہٹ تھی۔

موبائل فون کی تھرتھراہٹ نے اس کا دھیان بٹایا۔

اسکرین پر چمکتا نام دیکھتے ہی افسردہ آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔

"کہاں گم تھے آپ...؟ میں نے کتنی کالز کی ہیں آپ کو صبح سے۔۔" کال اٹینڈ کرتے اس کی صورت کو دیکھتے ہاجرہ بے صبری سے بولی۔

"کالم ڈاؤن مسز! تھوڑا سانس لے لیں۔ میں بس کام میں تھوڑا مصروف تھا۔ اب فارغ ہوتے ساتھ ہی آپ کو کال کی ہے۔۔" اس کی جلد بازی پر چوٹ کرتے ہوئے اسماعیل بولا۔

"آپ کو پتا تو ہے آپ سے بات کئے بغیر میری صبح نہیں ہوتی۔۔" لاڈ بھری ناراضگی جتائی۔ اسماعیل کے لب بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"امی بھی آپ کو اتنا یاد کر رہی تھیں۔۔" وہ مزید شکوہ کرتی بولی۔

"اور میری بیٹی؟۔۔" بیٹی کے لفظ پر ہاجرہ کے لبوں پر مسکان بکھر گئی۔

"آپ کے لئے ایک گڈ نیوز ہے۔۔" رپورٹس ہاتھ میں پکڑے وہ ان پر نظریں جمائے بولی۔

"گڈ نیوز بھی سن لوں گا مگر پہلے میری بیٹی کا حال بتائیں وہ کیسی ہے؟۔۔" بے صبری سے سوال کیا جس نے ہاجرہ کے لبوں پر مسکان بکھیر دی۔ اسماعیل اس کی مسکراہٹ میں ڈھلے لب دیکھ کر پُر سکون ہو گیا کہ وہ اداس نہیں ہے۔

"آپ اپنی ایک بیٹی کا حال پوچھ رہے ہیں دوسری والی ناراض ہو جائے گی۔۔" نچلا لب دانتوں تلے دبائے وہ مسکراہٹ روکنے کی سعی ہر رہی تھی۔

"ک.. کیا مطلب۔۔" دوسری جانب حیرانی سے سوال پوچھا۔

“Twin baby girls.”

چہرے پر الوہی مسکراہٹ لئے وہ بولی۔ دوسری جانب اسماعیل چند پل ہکا بکا حیران کھڑا رہ گیا۔ اس عنائیت پر جو رب نے اس پر کی تھی۔

"میں بتا نہیں سکتا کہ میں اس وقت کتنا خوش ہوں ہاجرہ۔ یقین مانیں اپنا آپ بلندیوں پر محسوس ہو رہا ہے مجھے۔ اس خوبصورت تحفے کے لئے کیسے آپ کا شکریہ ادا کروں۔۔" فرط جذبات سے چور لہجہ، تشکر سے لبریز آواز۔ ہاجرہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"جلد واپس آکر۔۔" تین لفظوں میں اپنا مطالبہ بیان کرتی وہ سامنے والے کو ساکت کر گئی تھی۔ وہ جو سوچ رہا تھا دنیا کی جس آسائش پر وہ عورت ہاتھ رکھے گی تو اس کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دے گا۔ لیکن ان الفاظ پر وہ حیران رہ گیا۔

"میرے لئے بس آپ کی موجودگی اہم ہے۔ آپ ساتھ ہوں گے تو تپتی دھوپ میں بھی چل لوں گی۔ کیونکہ میرا سائبان میرے ساتھ ہو گا۔۔" یاس بھرے لہجے میں کہتی وہ اسماعیل کی آنکھیں بھی نم کر گئی۔ اس دنیا میں اگر ماں کے علاوہ اس سے بے لوث محبت کرنے والا کوئی رشتہ تھا تو وہ اس کی بیوی تھی۔

"میں آپ پر ذرا سی آنچ نا برداشت کروں اور آپ تپتی دھوپ کی بات کرتی ہیں ہاجرہ۔۔" اسماعیل اس کی بات پر تڑپ کر بھاری لہجے میں بولا۔

"اچھا امی سے بات کر لیں وہ بھی آپ کو یاد کر رہی تھیں۔ میں ان کے پاس موبائل لے کر جاتی ہوں۔۔" ہاجرہ بستر سے جونہی اتری تو یکدم ہی چکرا کر واپس بیٹھ گئی۔ اس کے اس طرح سر تھام کر بیٹھنے پر اسماعیل پریشان ہو گیا۔

"کیا ہوا آپ ٹھیک تو ہیں نا؟۔۔" وہ متفکر سا بولا۔

"جی بس وہ تھوڑا ویکنس کی وجہ سے بس....۔۔" ہاجرہ نظریں چراتی ہوئی بولی۔

"کیا مطلب.... آپ اپنی دوائیاں اور کھانا وقت پر نہیں کھا رہیں کیا؟۔۔" اب کہ سنجیدہ لہجے میں سوال کیا جس پر ہاجرہ نے اپنا حلق تر کیا۔

"لے رہی ہوں۔۔" مدھم آواز میں نظریں جھکائے جواب دیا۔ جس پر اسماعیل نے دونوں ابرو اچکائے۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ میڈیسن ٹائم پر نہیں لے رہیں۔ آپ کے چہرے کی رنگت بتا رہی ہے کہ آپ اپنا دھیان نہیں رکھ رہیں۔۔" وہ سنجیدگی سے بولتا اسے سن کر گیا۔ جیسے آنکھوں سے اس کے دل کے اندر تک جھانک لیا ہو۔ اس سے پہلے ہاجرہ کچھ کہتی نفیسہ دستک دیتیں کمرے میں آ گئیں۔ اس کا جی چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

"ارے اسماعیل بیٹے کیسے ہو؟ میں تمہیں فون ملا رہی تھی پر تم نے اٹھایا نہیں۔۔" نفیسہ ہاتھ میں موجود ٹرے ہاجرہ کے سامنے رکھتے ہوئے بولیں۔ جس میں دودھ کا گلاس اور پھل موجود تھے۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں امی۔ بس مصروف تھا جبھی کال نہیں اٹھا پایا۔" نرم لہجے میں جواب دیتا وہ ایک مرتبہ پھر سے ہاجرہ کو دیکھنے لگا۔

"امی ویسے مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی۔۔" اسماعیل ناراض لہجے میں بولا جس پر ہاجرہ آنکھیں میچ گئی اور ہاتھ میں پکڑا موبائل نفیسہ کو تھما دیا۔

"کیا ہوا بیٹا ایسا کیا کر دیا میں نے۔۔" وہ حیران ہوتی بولیں۔

"میں نے آپ کو کہا تھا کہ میری بیوی اور بیٹی کا خیال رکھیے گا۔ مگر ہاجرہ کو دیکھ کر لگ رہا ہے کہ آپ نے اسے بالکل ڈھیل دے رکھی ہے۔۔" اسماعیل کے الفاظ پر جہاں ہاجرہ سکتے میں گئی تھی وہیں نفیسہ حیران ہو کر اس کا چہرہ تکنے لگیں۔

"ڈھیل سے کیا مراد ہے تمہاری؟ میں کیا روایتی ساسوں کی طرح مس بہیو کروں اپنی بہو کے ساتھ؟۔۔" نفیسہ اب کہ سخت لہجے میں بولیں۔

"جب یہ دوائی اور کھانا وقت پر نہیں کھاتی تو اس کو کھینچ کر لگا یا کریں دو۔ یہ مس بہیو نہیں ہو گا بلکہ اس کی بھلائی کے لئے ہو گا۔۔" لہجے میں شرارت سموئے وہ بولا۔ جس پر ہاجرہ کا ہاتھ بے ساختہ اپنے گال تک گیا۔

"خبر دار جو میری بہو کے بارے میں الٹا سیدھا بولا تو۔ واپس آؤ تو پھر تمہارے کان کھینچتی ہوں میں۔ ایک تو اس حالت میں اتنی دور چلے گئے اسے یہاں چھوڑ کر اوپر سے لارڈ صاحب کے فرمان دیکھو۔۔" نفیسہ الٹا اس پر چڑھ دوڑیں جس پر ہاجرہ مسکرا دی جبکہ اسماعیل نے خجل ہوتے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اب آپ ایک نہیں دو دو بچیوں کی دادی بننے والی ہیں۔ تو اپنی بہو کی صحت پر توجہ دیں۔ سوکھ سوکھ کر کانٹا بن جانا ہے انہوں نے۔۔" لہجے کو مؤدب کرتے اسماعیل نے اپنا مدعا بیان کیا جس پر نفیسہ ہاجرہ کی جانب دیکھ کر ہنس پڑیں۔ ان کی مسکراہٹ پر وہ جھینپ سی گئی۔

"میں اپنی بہو اور پوتیوں کا پورا خیال رکھ رہی ہوں۔ مگر اس حالت میں عورت کو سب سے زیادہ اپنے شوہر کی ضرورت ہوتی ہے تبھی اس کے چہرے پر بہار آتی ہے۔ اس لئے جو بھی کام ہے جلد از جلد نبٹاؤ اور واپس آؤ۔ اگر زیادہ دیر لگائی تو پھر شامت آئے گی تمہاری میرے ہاتھوں۔۔" نفیسہ ہاجرہ کو اپنے حصار میں لیتیں بولیں جس پر وہ مسکرا دی۔

"لو اپنی بیوی سے بات کرو میں ذرا باقی کام دیکھ لوں۔۔" موبائل ہاجرہ کے ہاتھ میں تھماتی باہر چلی گئیں۔

ہاجرہ منہ پھلائے بیٹھی ہوئی تھی جس پر اسماعیل نے مسکراہٹ ضبط کی۔

"کیا ہوا آپ کو ہاجرہ۔۔" محبت بھرے لہجے میں پچکارا جس پر وہ 'ہونہہ' کر گئی۔

"زیادہ معصوم مت بنیں۔ میں ناراض ہوں آپ سے۔ بائے۔۔" اتنا کہہ کر ہاجرہ فون کھٹ سے بند کر گئی جبکہ اسماعیل نفی میں سر ہلا کر مسکرا دیا۔ ابھی وہ دوبارہ کال ملاتا اس سے قبل اس کا ایک ساتھی اسے بلانے آ گیا۔ بعد میں کال کرنے کے ارادے سے موبائل جیب میں اڑستا وہ اس کے ساتھ ہو لیا۔

دوسری جانب ہاجرہ اس کی دوبارہ کال نا آتی دیکھ کر غصے سے تکیے میں منہ دے گئی۔ کٹے ہوئے پھل اپنی ناقدری پر یونہی ایک طرف ان چھوئے پڑے تھے۔

ہانیہ گردن تک لحاف تانے بستر میں اوندھے منہ دبکی ہوئی تھی۔ رحمان صبح کا گیا اب واپس آیا تھا۔ باقی گھر والے تو شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے، ایک وہ تھا جو اپنی بیوی کے بکھیڑے سمیٹ رہا تھا۔ کمرے میں آ کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے اس کی نظر ہانیہ پر پڑی۔ جس کے سیاہ بالوں کا بندھا ہوا جوڑا ڈھیلا ہو چکا تھا۔ ایک نظر گھڑی کو دیکھا تو وہ دوپہر کا ایک بجا رہی تھی۔ اس ٹائم ہانیہ کے سونے کی وجہ سمجھ نا آئی۔ کوٹ اتار کر صوفے کی پشت پر رکھتا وہ ہانیہ کی جانب بڑھا اور اس کے چہرے سے بال ہٹائے۔ اس کی سفید رنگت میں سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔ اس کے جسم سے اٹھتی تپش نے ایک اندیکھے احساس میں دھکیل دیا اسے۔

"ہانیہ۔۔” پکارا مگر جواب ندارد۔ چہرے پر فکرمندی کے تاثرات در آئے۔ اس کا رخ سیدھا کرتے بال سمیٹ کر ایک طرف کو ڈالے۔ پھر اس کا ماتھا چھوا تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ آگ میں جل رہا ہو۔

پاس پڑے جگ میں سے پانی مٹھی میں بھرتے اس کے چہرے پر چھڑکاؤ کیا۔ ساکت پلکوں میں جنبش پیدا ہوئی۔ رحمان نے یہ دیکھتے اس کے ہاتھ سہلانے شروع کر دیئے۔ ہانیہ آنکھیں نیم وا کر گئی اور اسے تکنے لگی۔ اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھنا چاہا مگر جسم میں اٹھتے درد کی باعث وہیں ڈھیر ہو گئی۔ یہ

دیکھ کر رحمان نے اس کو سہارا دیتے ہوئے بٹھایا۔ پشت پر تکیہ دھرنے کے بعد اب وہ اس کے سامنے بیٹھا اس کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ پہلی مرتبہ اس کو یوں بیمار دیکھ رہا تھا۔ اور یہ دیکھنا اس کے لئے تکلیف دہ تھا۔

"تمہاری طبیعت خراب تھی تو دوا کیوں نہیں لی۔۔” خفگی بھرے لہجے میں سوال کیا۔ جب کہ چہرے کے تاثرات نے ہانیہ کو مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں اور تم یوں مسکرا رہی ہو میڈم۔۔” تاثرات کو سنجیدہ رکھے ایک اور سوال داغا۔

"میں تو سوگئی تھی صبح جب تم گئے تھے عائشہ کو چھوڑنے۔ اور اب اٹھی ہوں تمہارے جگانے پر۔۔” وہ مسکراتی ہوئی دھیمی آواز میں بولی۔

"واٹ ربش؟ مطلب تم نے صبح کا نا کچھ کھایا نا پیا۔ بس یونہی اوندھے منہ بستر میں پڑی تھی۔۔” ایک دم وہ غصے سے بولا تو ہانیہ خفگی سے منہ پھلائے رخ دوسری جانب کر گئی۔

"تم اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی ہانی۔ یوں چھوٹے بچوں کی طرح بیہیو کرو گی تو کیسے چلے گا۔۔” رحمان مزید سرزنش کرنے والے انداز میں بولا۔ مگر دوسری جانب بجائے سمجھنے کے وہ مزید آگ بگولا ہو گئی۔ مطلب حد ہو گئی... ایک تو وہ بیمار تھی دوسرا وہ اسی کو باتیں سنا رہا تھا بجائے اس کی دوائی لاتا۔

"اگر تمہارا بھاشن ختم ہو گیا ہو تو یہاں سے جا سکتے ہو مسٹر۔ میرا جب دل کرے گا میں کھانا اور دوا لے لوں گی۔ بہت شکریہ آپ کی فکر کا۔۔” چہرہ رحمان کی جانب کرتی وہ مدھم مگر غرانے والے لہجے میں بولی۔ رحمان اس کی غصے سے دہکتی رنگت کی سرخیاں دیکھ کر چند لمحے کو مبہوت رہ گیا۔ وہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھی مگر وہ بس اس کے ہلتے ہوئے لب دیکھ رہا تھا۔ سیاہ آنکھیں جن میں بخار کے باعث سرخی چھائی ہوئی تھی مزید پر کشش دکھ رہی تھیں۔ ہوش میں

وہ تب آیا جب ہانیہ نے اس کو ہاتھ سے پرے دھکیلا اور لحاف سر تک تان کر تکیے میں منہ دے گئی۔ رحمان ہکا بکا اس کی کاروائی دیکھ رہا تھا۔

پھر یکدم اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ ہانیہ نے لحاف ہٹا کر ڈبڈائی نگاہوں سے دروازے کی سمت دیکھا جہاں سے وہ ابھی گیا تھا۔ یعنی غصہ آنے پر وہ اس کی فکر کرنا چھوڑ دے گا۔ اور یہ سوچ ذہن میں آتے ہی آنکھوں میں نمی ہلکورے لینے لگی۔ بے دلی سے لحاف ہٹاتی وہ پیر زمین پر رکھ گئی۔ بنا جوتوں کے یخ ٹھنڈی زمین نے اسے جھرجھری لینے پر مجبور کر دیا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی سنگھار میز کے سامنے آئی اور ایک نظر اپنے حلیے کو دیکھا۔ کمر تک آتے سیاہ بال الجھے ہوئے تھے۔ آنکھوں کے پپوٹے سوجھے ہوئے تھے۔ رنگت میں زردپن نمایاں تھا۔ اس نے بے اختیار اپنے ماتھے کو چھوا۔ وہ کب سے رحمان کے سامنے اس حال میں بیٹھی ہوئی تھی۔ شاید اسی لیے وہ یونہی واپس چلا گیا۔ مزید ایک عدد بدگمانی نے دل میں گھیرا ڈال دیا۔ کیونکہ اس نے اپنی ایک یورپین دوست سے سنا تھا کہ پاکستانی مرد حسن پرست ہوتے ہیں۔ انہیں بیویاں ہر حال میں تیار چاہیے ہوتی ہیں۔ خود چاہے موٹے آلو جیسے کیوں نا ہوں۔

خیر اب اس کا شوہر اچھا خاصا حسین مرد تھا۔ اس بات کا اقرار تو وہ خود بھی کرتی تھی۔ اس کی سبز آنکھیں اسے یہاں موجود لوگوں سے ممتاز کرتی تھیں۔ جو اس نے اپنے باپ سے ورثے میں حاصل کی تھیں۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ کھٹکے کی آواز پر خیالوں کی دنیا سے باہر آئی اور اس مجسم حقیقت کو سامنے تکتا پایا۔ اس کا بالوں میں موجود ہاتھ وہیں کا وہیں اٹک گیا تھا۔ وہ بستر سمیٹتا لحاف طے کرتا ایک طرف کو رکھ کر چادر کی سلوٹیں درست کر رہا تھا۔ پھر سائیڈ ٹیبل پر دھری ٹرے اٹھا کر بیڈ پر رکھی اور ہانیہ کے قریب آیا۔ اس کی نظروں کے سامنے چٹکی بجائی جس پر وہ گڑبڑا کر ہوش کی دنیا میں آئی۔

"مادام چل کر ناشتہ کرلیں۔ پھر آپ کو دوائی دوں۔۔" ہانیہ اپنی بے اختیاری کا سوچتے سرخ پڑی کہ وہ کیا سوچ رہا ہو گا مگر خیر اس کی بلا سے جائے بھاڑ میں۔ جو مرضی سوچے۔

"مجھے نہیں کھانا کچھ بھی۔ ناہی کسی احسان کی ضرورت ہے تمہارے۔۔" وہ رکھائی سے کہتی اپنا رخ دوبارہ سے سنگھار میز کی جانب کر گئی اور چو کور آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے برش اٹھالیا۔ اس سے قبل وہ بال سلجھاتی رحمان اس کے قریب آیا اور برش پکڑ کر پٹخنے والے انداز میں میز پر دھرا۔

"کھانا کھاؤ اور دوا لو۔ پھر میں تمہارے بال بھی سلجھا دوں گا۔ میں پہلے ہی بہت تھکا ہوا ہوں مزید دماغ کی دہی مت کرو۔۔" کھارے لہجے میں کہتے اس کو بازو سے پکڑ کر بیڈ تک لایا۔ اور اس کے شانوں پر دباؤ ڈالتے بٹھا دیا۔

"اتنے ہی تھکے ہوئے ہو تو آرام کرو جا کر۔ کس نے کہا ہے تمہیں حاتم طائی بننے کو۔۔" ایک نظر ٹرے میں موجود کھانے کو دیکھا اور دوسرے لمحے رحمان کو۔

"میں حاتم طائی نہیں بن رہا بلکہ اچھا شوہر بن رہا ہوں۔ اب تم بیمار ہو تو میرا فرض ہے نا دیکھ بال کروں تمہاری۔۔" پل میں اپنی ٹون بدلتا وہ عام سے لہجے میں کہتا ہانیہ کی گود میں نیپکن بچھا چکا تھا۔ اور پھر سوپ کے باؤل میں سے چمچ بھر کر اس کے منہ کے قریب کی۔ جسے وہ بنا کسی ہیل و حجت کے پی گئی۔

"ویسے میری اطلاعات کے مطابق تو پاکستانی مرد صرف دیکھ بال کروانا جانتے ہیں کرنا نہیں۔۔" رحمان اس کی بات پر مسکرا دیا اور چمچ بھر کر اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔

"تم ایشیائی/ پاکستانی مرد سے اپنی بدگمانیاں کب ختم کروگی میری جان۔۔” لبوں پر مسکان سجائے اس نے استفسار کیا۔ اس کے اس سوال پر ہانیہ سٹپٹا گئی۔ اور یوں وارفتگی سموئی نظروں سنگ میری جان کہنے پر اپنے گال دہکتے ہوئے محسوس ہوئے۔

"میں باقی سب لوگوں کا تو نہیں کہہ سکتا ہوں لیکن ہاں میں خود کو بدل سکتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے بس میں خود کو بدلنا ہوتا ہے دوسروں کو نہیں۔ ہم اپنے رویے، عادات کو بدل سکتے ہیں کسی دوسرے کی نہیں۔۔” وہ عام سے لہجے میں بول رہا تھا۔ اور جب یوں سنجیدگی سے بولتا تھا تو مزید دل دھڑکاتا تھا۔ ہانیہ اس کے سحر میں ڈوب رہی تھی جیسے ساحل سمندر کے پار شام کے وقت سورج ڈوب رہا ہو۔

"تم ضرورت سے زیادہ اچھے ہو۔۔” ہمیشہ کی طرح کہا جانے والا جملہ دہرایا۔

"اور تم خوبصورت۔۔” جھک کر اس کے گال کو لبوں سے چھو کر وہ گہرا سانس بھرتا پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کے اس عمل پر ہانیہ تحیر میں گھر گئی۔ سات سال کے طویل ہجر کو کاٹنے کے بعد یہ پہلی عنائیت تھی اس مرد کی طرف سے۔ اور اتنے میں ہی اس کے چہرے پر قوس قزح کے رنگ بکھر گئے تھے۔ چہرے پر سرخ رنگ اپنی چھب دکھلانے لگا۔ وہ بنا پلک جھپکے مبہوت انداز میں اس کے چہرے کی سرخی کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہو۔

"اب تمہیں اسٹریس لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آرام کرو۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں یہیں ہوں۔ میڈیسن کھا کر آرام کر لو۔۔” بیڈ سے سامان اٹھاتا وہ کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ ہانیہ کی نگاہیں اس کی پشت پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ سراسیمہ سی کیفیت میں گھری ہوئی تھی۔ وہ جو اس بندے کے سخت ردعمل کا سوچ رہی تھی، اس کا رویہ اس کے بالکل متضاد تھا۔

ساحر نازنین کو گھر ڈراپ کر تا وہیں سے اپنے کام پر آ گیا تھا۔ نازنین گھر لوٹی تو شاہین اس کے انتظار میں لاؤنج میں ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔

"ساحر نہیں آیا اندر؟۔۔" اس کو یوں اکیلا آتے دیکھ کر وہ بے ساختہ سوال پوچھ بیٹھیں۔

"نہیں، ان کو ضروری کام تھا اس لئے وہ وہیں سے چلے گئے۔۔" ہاتھ میں موجود بیگز صوفے پر رکھتی وہ وہیں بیٹھ گئی۔

"یقیناً تم نے اسے اندر آنے کو نہیں کہا ہو گا۔۔" شاہین نے جانچتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"اماں مجھ سے آپ کی بدگمانیاں لگتا ہے میری موت کے بعد ہی ختم ہوں گی۔۔" وہ شکائیتی انداز میں بولی۔ سیاہ آنکھیں بھی پر شکوہ دکھائی دے رہی تھیں۔ جبکہ اس کی بات پر شاہین نے دل پر ہاتھ رکھتے اس کی جانب دیکھا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو تم نازو۔ یوں مرنے مرانے کی باتیں مت کرو۔ میرے پاس تم دونوں کے علاوہ اور ہے ہی کون؟۔۔" اس کے قریب آتیں وہ اسے خود میں بھینچتی ہوئی بولیں جس پر نازنین کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس کا جی چاہا کہ وہ با آواز بلند روئے اور اپنی ساری تکلیف اپنی ماں سے کہہ دے۔ مگر خود پر ضبط کئے ان کے گرد دونوں بازو حائل کر دیئے۔

"مما میرے پاس بھی آپ کے اور بھیا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ بابا تو پہلے ہی مجھے چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ مگر میں آپ دونوں کو نہیں کھونا چاہتی۔۔" وہ نم آواز میں بولتی اپنا حصار ماں کے گرد تنگ کر گئی۔ جبکہ اس کے وجود سے اٹھتی تپش کے باعث شاہین ٹھٹکیں۔

"نازنین... تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔ چلو اٹھو ڈاکٹر کے پاس چلیں۔۔" شاہین اس کبھی اس کے ماتھے تو کبھی گال پر ہاتھ رکھ کر چیک کر رہی تھیں۔

"نہیں امی میں ٹھیک ہوں۔ ساحر کے ساتھ آتے ہوئے دوائی لے لی تھی میں نے۔۔" وہ نظریں چراتی ہوئی بولی۔ جس پر شاہین مسکرا دیں۔

"واقع میں وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تمہیں خوش رکھے گا۔ تم بھی اس کا خیال رکھنا میری بچی۔۔" اس کے گال پر پیار کرتیں وہ بولیں۔

"مما میں آئل لے کر آتی ہوں۔ مساج کر دیں بہت تھک گئی ہوں میں۔۔" اتنا کہتی وہ اپنے کمرے کی جانب گئی اور ہاتھ میں شیشی پکڑے باہر آئی۔ شاہین اس کی اس حرکت پر مسکرا دیں۔ وہ بچپن سے ایسی ہی تھی۔ اپنی بات کہہ کر فوری رد عمل دینے والی۔ نازنین ان کے سامنے زمین پر بیٹھ گئی جبکہ وہ صوفے پر بیٹھیں اس کی چٹیا کے بل کھولنے لگیں۔

انگلی کی پوروں کو ترکیئے جڑوں میں مالش کرنی شروع کر دی۔ نرم لمس ملنے کے باعث نازنین سکون سے آنکھیں موند گئی جبکہ شاہین کے چہرے پر تفکر چھایا۔ وہ اپنی انگلی کی پوروں پر نازنین کے بال دیکھ رہی تھیں جو جڑوں سے علیحدہ ہو رہے تھے۔

"ناز بیٹا؟۔۔" ہولتے دل کے ساتھ اس کا نام پکارا۔

"جی۔۔" یک لفظی جواب۔

"تمھارے سر کے بال کیوں اتر رہے ہیں اتنے؟۔۔" ان کی بات پر ناز نین جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ان کے ہاتھوں میں بال دیکھ کر پچھتائی۔ اپنی موجودہ حالت کو تو بھول ہی چکی تھی۔

"اوہ ہاں میں آپ کو بتانا بھول گئی کہ ہئیر ٹریٹمنٹ لیا تھا ایک ویک پہلے۔۔" ماتھے پر ہاتھ مارتے وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ جبکہ آنکھیں اس مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔

"شاید اسی کا سائیڈ ایفیکٹ ہو۔۔" بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتی وہ سرسری انداز میں بولی۔

"یوں شادی کے قریب سر کے بال اترنا بدشگونی کی علامت ہوتی ہے۔ میں تمھارے سر سے مرچیں وارتی ہوں لا کر۔۔" شاہین ناز نین کے بال ہاتھ میں ہی پکڑے کھڑی ہو گئیں جس پر ناز نین نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"مما یہ سب توہمات ہیں جن کا ہمارے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ مرچیں وارنے والا کانسیپٹ تو بالکل ہی دقیانوسی ہے ہمارے دین میں اس کی کوئی جگہ نہیں نا ہی ہماری کتاب میں۔۔" وہ نرم لہجے میں بولی جس پر شاہین نے تیکھے چتونوں سنگ اس کو گھورا۔

"یہ سب خرافات مدرسے والوں نے بھری ہیں نا تمھارے دماغ میں۔ ہم اپنے بڑوں سے یہ سب سنتے آئے ہیں اور کرتے بھی۔ اب تم نئی نسل ہماری روایات کو توہمات کا نام دے رہی ہو۔۔" شاہین تیز مگر مدھم آواز میں بولیں۔

ناز نین کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

"کم آن مما! ہمارے بڑے تو یہ بھی کہتے تھے زمین چپٹی ہے۔ مگر زمین کی شکل تو بیضوی ہے نا۔ اور بڑے بھی غلط ہو سکتے ہیں جیسے چھوٹے غلط ہو سکتے ہیں۔ بس جو اپنی غلطی مان کر سدھار لیتا ہے وہ اللہ کی نظر میں بڑا بن جاتا ہے۔ ہمارا موازنہ ہمارے باپ دادا کی روایات سے نہیں ہمارے دین اور کتاب سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اگر اس میں

کسی چیز کی نفی کی گئی ہے تو ہمیں بھی اس کی نفی کرنی ہے۔ اور جو چیز عطا کی گئی ہے اس پر شکر ادا کرنا ہے۔ اب یہ سر درد بڑوں کا ہے کہ وہ کیا کرتے تھے۔ میں اپنے اعمال کی ذمہ دار ہوں نا کہ اپنے بڑوں کی۔۔" اتنا کہہ کر وہ رکی نہیں بلکہ سارا سامان اٹھاتی شاہین کے ہاتھ سے اپنے بال پکڑتی ہوئی کمرے کی جانب چل دی۔ شاہین کی پر سوچ نگاہیں اس کے چہرے کی جانب تھیں جو زرد ہو رہا تھا۔ وہ ماں تھیں اولاد کے چہرے سے دیکھ کر پہچان چکی تھیں۔ مگر اپنے اس بدترین خدشے کو وہ زبان پر نہیں لانا چاہتی تھیں۔ جبکہ نازنین نے کمرے میں آکر بوجھل سانس خارج کی اور سنگھار میز کی درمیانی دراز کھول کر سی تھرو پیکٹ نکالا جس میں پہلے سے ہی اس کے چند بال موجود تھے۔ اتنی محبت اور محنت سے یہ بال اس نے حاصل کیے تھے۔ ان کو کھونے کا دکھ بھی بہت تھا۔ پھر ایک نظر آئینے میں اپنے بالوں کو دیکھا۔ گو کہ کوئی خاص فرق نا تھا اس سب میں مگر مزید آئندہ آنے والے ماہ میں اثرات آنے شروع ہو جانے تھے۔ اس بات سے وہ باخبر بھی تھی اور خوفزدہ بھی۔

دوپہر کے وقت کے باعث ہوا کی خنکی میں کمی تھی۔ سفید اور نیلے بادل آسمان پر دلکش مناظر پیش کر رہے تھے۔ جامعہ کا میدان سنہری دھوپ سے چمک رہا تھا۔ میدان میں لگے سنگی بینچوں میں سے ایک پر خنساء بیٹھی اسائنمنٹ تیار کر رہی تھی۔ سیاہ بالوں کی پونی ٹیل بنائے سیاہ رنگ کا لانگ کوٹ پہنے سفید اسکارف گلے میں ڈالے وہ مصروف دکھائی دے رہی تھی۔ گندمی رنگت میں سنہرا پن چھلک رہا تھا۔ گود میں لیپ ٹاپ دھرے اس کی انگلیاں بٹنوں پر تیزی سے چل رہی تھیں۔ وہ کام میں مگن اپنے ساتھ والے بینچ پر کسی کے بیٹھنے کا نوٹس ہی نا لے سکی۔ مقابل کی آواز پر وہ ہوش میں آئی اور اس کی جانب دیکھا تو پیشانی پر بل در آئے۔

"لگتا ہے کافی مصروف ہو تم۔۔" حبیب اس کے چہرے پر نظریں گاڑتا ہوا بولا۔ خنساء لمبی سانس کھینچتی اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"یہاں میرے برابر کس کی اجازت سے بیٹھے ہو؟۔۔" بنا لگی لپٹی کے سیدھا سوال منہ پر مارا۔

"کیا مطلب... اب تم چاہتی ہو کہ تمہارے قدموں میں بیٹھ جاؤں۔۔" حبیب الٹا حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے بولا۔

"بات کو طول دینے کا خاصا فضول بہانا ہے یہ ویسے۔۔" خنساء ونڈو کلوز کرتی ہوئی بولی۔ اس کے یوں بولنے پر حبیب کھیسانی ہنسی ہنس دیا۔

"چلو پھر کام کی بات کرتا ہوں۔۔" اب کہ خنساء لیپ ٹاپ کی اسکرین فولڈ کر چکی تھی۔

"اچھی لگنے لگ گئی ہو تم، شادی کرنا چاہتا ہوں۔ کہو تو تمہارے گھر رشتہ بھجواؤں؟

In simple words I want to my life with you".

اس کی شہد رنگ آنکھوں کی چمک کو دیکھتے وہ نرم نگاہوں سے اس کے نقوش کو تک رہا تھا۔ خنساء ایک لمحے کو شل ہوئی، ساکت سانسیں، ساکت پتلیاں تحیر میں گھرا پورا وجود بس ایک لمحے کو یہ کیفیت اس پر وارد ہوئی۔

"دماغ کو صدمہ لگ گیا ہے تمہارے۔

Rest in peace"

خنساء چمکتی آنکھوں سنگ بولتی کھلکھلا کر ہنس دی۔ اور آپ سے تم تک کا فاصلہ چند لمحوں میں طے ہو گیا تھا۔

اس کے الفاظ نے حبیب پر سکتا طاری کر دیا۔ وہ بنا پلک جھپکے اس کو دیکھ رہا تھا۔ خنساء مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنا سامان سمیٹتی وہاں سے چلی گئی۔ حبیب جاتے ہوئے اس کی پشت کو تک رہا تھا۔ کچھ دور جا کر وہ مڑتی ہوئی دکھائی دی۔ اور پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ حبیب کا سکتا ٹوٹا تو سامنے الحینہ کو کھڑے پایا۔ دوسری جانب خنساء ایک خالی کلاس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ چہرے کے تاثرات سنجیدہ تھے۔ نگاہیں لیپ ٹاپ کی نیلی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر ٹائپنگ کر رہی تھیں۔ پیغام لکھنے کے بعد وہ آگے بھیجتی اب پُرسکون دکھائی دیتی تھی۔ چہرے کے تاثرات میں اب سنجیدگی کے ساتھ اضطراب بھی شامل ہو چکا تھا۔ ناخن کترتی وہ سامنے والے کے جواب کی منتظر تھی۔ جلد ہی اسکرین پر پیغام موصول ہوا جسے اس نے جھٹ سے کھولا۔ چار سطروں میں درج پیغام کو پڑھا اور مسکرائی۔ اسکرین آف کرتی وہ لیپ ٹاپ بیگ میں رکھتی مسلسل مسکرا رہی تھی۔

دوسری جانب الحینہ حبیب کو متاسف نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جس پر حبیب اچھا خاصا چڑھ گیا۔

"اگلی بار میں عشق کا بھوت اتر جائے گا تمہارے سر سے، امید کرتی ہوں تب اپنے مقصد کی طرف واپس لوٹ آؤ گے۔۔" الحینہ ترچھی نظروں سے اس کو دیکھتی بولی۔ اور وہاں سے چلی گئی۔ اور حبیب شیرازی اسی جگہ پر شل، منجمد اور ساکت سا بیٹھا ہوا تھا۔

رحمان کمرے میں آیا تو دیکھا ہانیہ پاؤں نیچے کیئے ٹانگیں جھلا رہی تھی۔

"آرام سے لیٹ جاؤ اس طرح سے کیوں بیٹھی ہوئی ہو۔۔" ٹیبل پر کافی کا مگ دھرتے وہ جھڑکنے والے انداز میں بولا جس پر ہانیہ نے شکوہ کناں نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ رحمان نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا ہوا طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلیں؟۔۔" اس کے قریب آتے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے وہ نرمی سے بولا جس پر ہانیہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"تم نے کہا تھا دوائی کھا لوں پھر میرے بال بنا دو گے۔ لگتا ہے تم بھول گئے۔۔" رحمان نے بے اختیار ماتھے کو چھوا۔ مطلب وہ اتنی سے بات پر اتنا بڑا منہ لٹکا کر بیٹھی تھی۔

"بس اتنی سی بات پر تم یوں منہ بنا رہی ہو۔۔" رحمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا جس پر ہانیہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ اسے لے کر سنگھار میز کے سامنے اسٹول رکھتا اس پر بٹھا چکا تھا۔ بندھے ہوئے بالوں کو کھول کر ان میں برش چلانا شروع کر دیا۔ وہ جس نرمی سے ایک ایک بال کو سلجھا رہا تھا ہانیہ پر ایک الگ سی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ وہ پُر سکون ہوتی آنکھیں موند گئی جبکہ وہ اس کی الجھی زلفوں کو سلجھاتے ہوئے خود ان میں الجھ گیا۔ اس کے بال لمبے ہونے کے باعث زمین سے چند انچ ہی اوپر تھے۔ لمبے سیاہ بال پشت پر بکھیرے وہ آنکھیں موندے پُر سکون سی بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں پکڑے اس کے بالوں کو رحمان نے لبوں سے چھوا اور پھر گہرا اسانس بھرتے اس خوشبو کو محسوس کیا جو سات سال سے نا محسوس کر سکا تھا۔ بوجھل سانس ہوا کے سپرد کرتے جب بالوں میں بل دینے لگا تو ہانیہ آنکھیں کھول کر نفی میں سر ہلا گئی۔

پھر سنگھار میز پر دھری تیل کی بوتل اس کی جانب بڑھائی۔

"یہ کیا ہے۔۔" ششدر ہو کر سوال پوچھا۔

"ہیئر آئل۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے مساج کر دو پلیز۔۔" وہ معصومیت سے کہتی آنکھیں پٹپٹاتی رحمان کو بے تحاشا کیوٹ لگی۔ مگر پھر چہرے پر سنجیدہ تاثرات لاتے بولنے کے لئے منہ کھولتا اس سے قبل ہانیہ بول اٹھی۔

"میں جانتی ہوں تم کوئی مالشیا نہیں ہو میرے اچھے شوہر ہو۔ عائشہ مجھے بتا چکی ہے کہ تم بہت اچھا ہئیر مساج کرتے ہو اس لئے تھوڑی دیر میرے بھی بالوں میں مساج کر دو۔۔" ہانیہ اس کے بولنے سے قبل ہی روانی سے کہتی اس کی بولتی بند کروا گئی تھی۔ رحمان نے مسکراتے ہوئے ہتھیلی پر چند قطرے تیل کے ڈالے اور دونوں ہاتھوں کو تر کرتے انگلیوں کی پوروں سے ہانیہ کی جڑیں سہلانی شروع کر دیں۔ اس نرم گرم لمس پر وہ پُر سکون ہوتی آنکھیں موند گئی۔ اس کے یوں پُر سکون ہونے پر وہ بھی مسکرا دیا۔

"تم سے ایک سوال پوچھوں؟۔۔" وہ یونہی بند آنکھوں سنگ بولی۔

"اجازت کی ضرورت نہیں تمہیں جاناں۔۔" یونہی نرمی سے اس کے بال سہلاتے وہ بولا۔

"تم اتنی آسانی سے معاف کیسے کر دیتے ہو سب کو۔۔"

"اونہوں، سب کو نہیں صرف تمہیں۔۔" اس کی بات کی تردید کرتے تصحیح کی۔

"مجھ میں ایسا کیا ہے۔۔" وہ حیرانگی میں گھری بولی۔

"بس تمہیں کبھی پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ ناہی افسردہ۔ سب سے بڑھ کر میری اکلوتی، پہلی اور آخری محبت جو ہو۔۔" چٹیا کے بل ڈالتے ہوئے نرمی سے بولا۔ ہانیہ کے لبوں پر تبسم بکھرا۔

"چلو اب میں نے اپنی کہی ساری باتیں پوری کر دی ہیں۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ عائشہ کے اسکول سے آنے سے پہلے تک اس کی مما ایک دم فٹ اینڈ فریش ہونی چاہیئے۔۔" اس کا گال تھپتھپاتے وہ ہدایات دیتا اسٹڈی ٹیبل کی

جانب بڑھا جہاں پر اس کی کافی پڑی پڑی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ رحمان نے مسکراتے ہوئے اپنی ٹھنڈی کافی کو دیکھا اور ایک نظر ہانیہ کو جو اب بستر میں دبکی سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور پھر ایک سانس میں مگ خالی کرتے ٹیبل پر دھر دیا۔ اور لیپ ٹاپ پر موصول ہوئی میلز کو دیکھنے لگا۔ اسماعیل کی جانب سے آئی ہوئی میل کو دیکھتے اس کے مسکراتے لب سمٹے۔ آنکھوں کی پتلیاں سبز سے کالی دکھنے لگیں۔ پیغام پڑھتے ہی اس کے جبڑے تن گئے تھے۔ اس نے ایک نظر ہانیہ پر ڈالی اور دوسری نظر لیپ ٹاپ پر آئے پیغام پر، اور پھر اسکرین فولڈ کرتے موبائل اٹھائے کمرے سے باہر چلا گیا۔

عائشہ اپنی شرٹ پر گری کولڈ ڈرنک ہاتھ میں پکڑے ٹشو کی مدد سے صاف کر رہی تھی۔ پانی کی بہتی دھار سے ٹشو گیلا کرتی وہ اپنی شرٹ پر پھیر رہی تھی جب اچانک آئینے میں ابھرتے عکس کو دیکھتے وہ ساکت ہوئی۔ وہ عکس کسی اور کا نہیں بلکہ حسام کا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شیطانیت چمک رہی تھی۔ عائشہ نے ایک ناگوار نظر اس پر ڈالی اور وہاں سے باہر جانے لگی۔ مگر حسام اس کی کلائی جکڑ گیا۔ عائشہ نے ٹھنڈی ٹھار نظروں سے اس کی جانب دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ میں جکڑی اپنی کلائی کو۔ اس سے قبل حسام مزید کوئی پیش رفت کرتا عائشہ نے اپنے دانت اس کی بازو کی کھال میں گاڑھ دیئے۔ وہ درد کی شدت سے ایک دم سے اس کی کلائی پر گرفت نرم کر گیا۔ مگر عائشہ نے اپنے دانتوں کا دباؤ کم نا کیا۔ حسام کی اپنی کلائی کی ہڈی چٹختی ہوئی محسوس ہوئی مگر آج اس کے سر پر بھی بھوت سوار تھا۔ عائشہ کو بالوں سے پکڑ کر جھٹکا دے کر پیچھے کیا اور اپنی بازو کو دیکھا جہاں سے خون ابلتا کف کو رنگین کر گیا تھا۔

"امید ہے ٹریلر پسند آیا ہوگا۔ اب ہاتھ چھوڑو میرا۔۔" وہ سات سالہ بچی بالکل اپنے باپ کی طرح تحکم بھری آواز میں بولی۔

"تیری تو۔۔" حسام بپھرنے کے سے انداز میں بولتا اس کی بازو موڑ گیا جس پر عائشہ کی آنکھوں میں نمی در آئی۔ یہاں وہاں نظریں گھمائیں مگر ناکام واپس لوٹیں۔ وہ ایک جھٹکے سے متضاد سمت میں گھومتی اپنا بازو اس سے چھڑوا گئی اور تیزی سے تیزاب کی بوتل کی جانب لپکی۔ اس کا قصور یہی تھا کہ وہ بچی تھی، اور پلس پوائنٹ بھی یہی تھا کہ وہ بچی تھی۔ بنا کچھ سوچے سمجھے بوتل اٹھاتے حسام کے منہ پر دے ماری۔ شیشے کی بوتل زمین پر گرتی دھماکے سے چکنا چور ہو گئی اور سارا کا سارا تیزاب حسام کے اوپر چھینٹوں کی صورت میں پڑا۔ فضاء میں عجیب سی بدبو پھیل چکی تھی جس پر عائشہ نے ناگواریت سے ناک پہ ہاتھ رکھ لیا۔ حسام کے ہاتھ بری طرح جھلس چکے تھے جبکہ پیروں میں جوتے ہونے کے باعث بچت ہو گئی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر باہر سے آوازیں دینے لگا جس پر عائشہ سر کو دائیں بائیں ہلاتی وہاں سے باہر نکل گئی۔ یہاں سے اس کا رخ سیدھا پرنسپل آفس کی جانب تھا جبکہ حسام اپنی ابتر حالت کے ساتھ ماریہ کے پاس چلا گیا۔

عائشہ جب پرنسپل آفس میں آئی تو اس کا ابتر حلیہ دیکھ کر وہ ہراساں ہو گئے۔

"ع...عائشہ... بیٹے یہ سب.... یہ سب کیسے ہوا؟۔۔" وہ ہکلائے لہجے میں بولتے اس کی ڈھیلی پونی اور کلائی پر سرخ نشان دیکھتے ہوئے بولے۔

"I wanna call my daddy Sir, can you call him”?

وہ سنجیدگی سے بولی جس پر پرنسپل کے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"عائشہ بیٹے آپ مجھے بتاؤ کیا ہوا۔ ہم اس معاملے کو یہیں پر ختم کر دیتے ہیں۔ رحمان صاحب کو زحمت کیوں دینی۔۔" پرنسپل اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے پچکارتے ہوئے بولے ساتھ ہی اس کی کلائی پکڑ کر معائنہ کرنے لگے جہاں سے اس کی جلد سرخ ہو رہی تھی۔ عائشہ نے ناگواری سے ہاتھ چھڑوایا جس پر پرنسپل اس سارے

تین فٹ کی گول مول بچی کو دیکھتے رہ گئے۔ اس کے انداز و اطوار، تیور اور غصہ سب اپنے باپ سے مماثلت رکھتا تھا۔ چاروناچار پرنسپل نے اپنا فون اس کی جانب بڑھا دیا جس پر وہ خوش ہو گئی۔ ساتھ ہی رحمان کا نمبر ڈائل کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہی کال پک کر لی گئی۔

"رحمان علی خان اسپیکنگ۔۔" اسپیکر سے رحمان کی سنجیدہ آواز ابھری جس پر عائشہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ حسام کی حرکات سے خوفزدہ تو وہ بھی ہو چکی تھی مگر اپنے باپ کی دی ہوئی بہادری کی سیکھ نے اس کو بچا لیا تھا۔

"بابا میں عائشہ بات کر رہی ہوں۔۔" وہ نم آواز میں بولی جس پر رحمان تڑپ اٹھا۔

"کیا آپ اسکول آ سکتے ہیں لینے مجھے۔

I am not feeling well”

وہ بے آواز روتے ہوئے بولی۔ مگر اس کے لہجے سے رحمان سب کچھ جان چکا تھا۔

"I will be there in just 10 minutes, my daughter.”

۔دس منٹ کا مطلب دس تھا اس کے لئے، نا ایک اوپر نا ایک نیچے۔ کال کٹ کر تا وہ گاڑی کی چابیاں اٹھاتا ہانیہ کو پُرسکون سوتا ہوا دیکھ کر باہر کی جانب بڑھا۔

(جن لوگوں کی قسمت میں آزمائشیں لکھ دی گئی ہوں تو ان سے منہ موڑ کر بھاگنے کی بجائے انسان کو چاہیے ان کا سامنا کرے۔ خود میں حوصلہ پیدا کرے، ڈٹ جائے۔ اپنے ہر ڈر اور خوف کو جھٹلا دے۔)

ہانیہ عبید کے لئے کھودے گئے گڑھے میں حنان علی خود ہی بری طرح سے پھنسے تھے۔ زیان کسی بپھرے ہوئے شیر کی مانند ان پر برس رہا تھا۔ اور وہ بندھے ہوئے ہاتھوں پیروں کو حرکت دینے کی ناکام سعی کر رہے تھے۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی بھتیجی کے معاملات میں نہیں پڑوں گا میں۔ پر آپ نے میری ایک نہیں سنی۔ آپ نے اس وقت بس اپنی کی۔۔" وہ غصے سے ادھر اُدھر چکر کاٹتے بولا۔

"پہلے اس کا وہ عاشق اور اب اس کا شوہر، پتا نہیں کون کون سی بلائیں باقی ہیں۔۔" حلق کے بل دھاڑ کر اپنا غصہ نکالا مگر پھر بھی سکون نا حاصل ہوا۔

"اتنا اوورری ایکٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں سمجھے۔ اربوں ڈالرز کی پراپرٹی دیکھ کر لالچ تم نے بھی کیا تھا بھول گئے کیا؟۔۔" حنان علی استہزائیہ بولے۔

"اور بھول مت اس مقام و مرتبے تک تمہیں لانے والا کوئی اور نہیں میں ہی ہوں۔ اپنے محسن کو یوں ذلیل کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔ چلو شاباش جلدی سے میرے ہاتھ پیر کھولو۔۔" حنان علی کا انداز یوں تھا جیسے ابھی کچھ ہوا ہی نا ہو۔

"یہ ہاتھ پیر تو تب ہی کھلیں گے جب میں اس مصیبت سے باہر نکلوں گا۔ تب تک اسی کال کوٹھڑی میں سڑیں آپ۔" وہ تنفر سے کہتا سر جھٹکتے باہر آیا اور اپنا سیل فون اٹھا کر کال ملائی۔

"ہانیہ عبید کی کمپنی کے قرضے کی مدت دو سال تک بڑھا دو۔ اور بقیہ سود کی رقم معاف کر دو۔ اور وہاں موجود ہمارے فائنینشئیل ایڈوائزر سے کہو کہ مزید کارروائی ابھی روک دے۔ اور میرے اگلے حکم کا انتظار کرو۔۔" تحکم

بھرا انداز، ان چاہا حکم دیتے وہ صوفے پر ڈھے جانے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔ بے چارا کیا کرتا جب سامنے والا ہی ایسا تھا کہ اچھے اچھوں کی بولتی بند کروادیتا۔

دوسری جانب ملک حنان علی نیم تاریک کمرے میں ادھر سے ادھر ہاتھ پیر ہلانے کی کوشش کررہے تھے مگر بے سود۔

جب قسمت ساتھ نہیں دیتی تو کچھ لوگ ہونی کو رب کی مصلحت سمجھ لیتے ہیں۔ مگر باغی لوگ بغاوت کرتے ہیں۔ شیطان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں۔ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی عاقبت بھی خراب کرلیتے ہیں۔ اسامہ علی خان نے بھی ٹھان لی تھی کہ وہ قسمت سے لڑ کر ہی رہے گا۔ اسی سلسلے میں وہ ایک ایسا پھندہ بنا چکا تھا جس میں اس سمیت سب پھنس جائیں۔ ایک ایسی آگ دہکا چکا تھا جس میں پوری نسل راکھ ہو جائے۔

اسی سلسلے میں وہ اپنی خالہ کے گھر آپہنچا تھا۔ اس کی اچانک آمد پر شاہین حیران تو ہوئیں مگر پھر مسکراتے ہوئے گلے لگا گئیں۔

"سب خیریت تھی نا۔۔" اسامہ پُرسکون انداز میں صوفے پر بیٹھا ہوا تھا جبھی شاہین ٹرے ٹیبل پر دھرتی پوچھ بیٹھیں۔

"جی خالہ جان سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ وہ تو میں یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا آپ سے بھی ملاقات کرلوں۔۔" کافی مگ اٹھاتے وہ اطمینان سے بولا۔ شاہین نے بوجھل سانس خارج کی۔ چہرے پر اضطراب رقم تھا۔

"کیا ہوا خالہ؟ آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہیں۔ سب خیریت ہے نا؟۔۔" ان کے چہرے پر چھلکتی پریشانی کو وہ بھی بھانپ گیا تھا۔

"ہاں بیٹا سب ٹھیک ہے وہ بس نازنین کی تھوڑی طبیعت خراب تھی۔ اس کے لئے پریشان ہوں، دو دن بعد شادی ہے اور یہ لڑکی بیمار پڑ جائے تو جلدی ٹھیک نہیں ہوتی۔۔" شاہین اپنی رو میں بولتی جارہی تھیں جو یہ نہیں جانتی تھیں کہ اب کی بار وہ جتنی بیمار ہوئی تھی شاید ہی کبھی ٹھیک ہو پاتی۔

اس کی طبیعت خرابی کا سن کر اسامہ سے اگلا گھونٹ بھرنا مشکل ہو چکا تھا۔

"کیا ہوا نازنین کو خالہ۔۔" لہجے کو اعتدال پر لاتے سوال کیا۔

"بخار ہوا ہے اس کو۔ تم دعا کرنا کہ جلدی ٹھیک ہو جائے۔۔" شاہین فکرمند لہجے میں بولیں جس پر اسامہ بے اختیار سر ہلا گیا۔

"انشاءاللہ وہ شادی سے پہلے ایک دم ٹھیک ہو جائے گی فکر مت کریں آپ۔۔" سامنے موجود عورت اس کو اپنی ماں کی طرح عزیز تھی۔ ان کو دکھ نہیں دے سکتا تھا تو ان کی بیٹی کو سکھ!

"خالہ ویسے نازو کدھر ہے؟... میں اس کا حال پوچھ لوں اس سے اگر طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا۔۔" اسامہ سرسری سے انداز میں بولا۔ نگاہیں اس سمت کا طواف کر رہی تھیں جہاں اس پری پیکر کا حجرہ تھا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔ اچھا اگر سو رہی ہوئی تو اس کو جگانا مت، غصہ ہو جائے گی۔ میں ذرا دوپہر کے کھانے کی تیاری کروالوں۔ حذیفہ بھی آنے والا ہی ہو گا۔۔" شاہین نصیحت کرتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اسامہ اثبات میں سر ہلاتا

اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کا رخ نازنین کے کمرے کی جانب تھا۔ دروازہ نیم وا تھا اور درزوں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ جاگ رہی ہے۔ ہمیشہ کی طرح وہ بنا دستک کے داخل نہیں ہوا تھا۔ دستک دے کر دروازے پر انتظار کیا جس پر نازنین کے دوائی کھاتے ہاتھ یکلخت تھم گئے۔ ساکن سانس کے ساتھ برق رفتاری سے اس نے دوائیاں الٹی سیدھی دراز میں اڑسیں اور گہری سانس بھری۔

"آ جائیں۔۔" چہرے کے تاثرات اعتدال پر لاتے ہلکی سی مسکراہٹ سجالی۔ مگر نووارد کو دیکھ کر مسکراتے لب سیدھی لکیر میں سمٹے۔ آنکھوں میں ناگواری در آئی جس پر اسامہ نے بمشکل ضبط کیا۔

"کیسی ہے طبیعت اب تمہاری؟.... خالہ بتا رہی تھیں بخار تھا تمہیں۔۔" نازنین کے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا جس پر وہ بھینچے تاثرات میں نرمی لائی۔

"ٹھیک ہوں میں۔ اور تمہیں کس زبان میں سمجھاؤں کہ یوں میرے کمرے میں مت آیا کرو۔۔" دھیمے مگر کھارے لہجے میں ہمیشہ کی کہی بات دہرائی۔

"اب کی بار تو میں دستک دے کر آیا ہوں، تمہیں اب بھی اعتراض ہے میرے آنے پر۔۔" اسامہ ناسمجھی سے بولا۔

"مجھے تمہارے یوں اس طرح سے تنہا میرے کمرے میں آنے سے مسئلہ ہے، اور دوسری بات آج صبح کا واقعہ میں بھولی نہیں ہوں۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ۔۔" نازنین رخ بدلتی سنگھار میز سے اپنا سامان سمیٹنے لگی۔

"صبح والے واقعے کے لئے میں شرمندہ ہوں۔۔" پشت پر ہاتھ باندھے شرمندگی سے اعتراف کیا۔

"حالانکہ تم نہیں ہوں۔۔" بنالحاظ تردید۔

"مجھے وہ سب بھرے مجمعے میں تمہیں نہیں دکھانا چاہیئے تھا، بلکہ اکیلے میں سمجھانا چاہیئے تھا۔۔" بنا اس کی بات کا اثر لئے اپنی بات جاری رکھی۔

"میں نے اپنے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ نا ہی قسمیں کھائی ہیں۔ تم سے اگر محبت کی ہے تو پہلی فرصت میں تمہیں بتایا ہے۔ اس میں کوئی فریب یا ریاکاری نہیں ہے۔۔" اسامہ نظریں جھکائے دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔ یہ اعتراف وہ کسی اور کے سامنے کرتا تو وہ لڑکی اسے اپنی خوش قسمتی گردانتی، مگر یہاں وہ اپنے بھائی کی بیوی کے سامنے یہ سب بول رہا تھا۔ اس کا ردعمل بد سے بدترین ہو سکتا تھا۔ مگر اسے اس سب کی پرواہ تھی کہاں؟

"جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ تم شرمندہ نہیں ہو، وہ بات میری پوری ہوئی۔ دوسری بات آئی رئیلی ڈونٹ کیئر کے تم مجھ سے محبت کرتے ہو یا نہیں، اس لئے دیوار میں سر مت ٹکراؤ۔ اپنے گھر کی عزت پر ہاتھ ڈالتے ہوئے شرم آنی چاہیے تمہیں اسامہ علی خان۔۔" نازنین شرمندہ کرنے والے انداز میں بولی۔

"میں کسی کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈال رہا۔ جو میرا ہے صرف اسے لے رہا ہوں۔۔" نرم تاثرات میں سختی در آئی۔

"میں کوئی چیز یا کھلونا نہیں ہوں جسے تم یوں کہہ رہے ہو۔ اور ایک مرتبہ اپنے گریبان میں تو جھانکو..... کیا تم جیسا انسان میں ڈیزرو کرتی ہوں؟۔۔" رخ پلٹتے مٹھیاں بھینچے وہ مدھم آواز میں غرائی۔

"آئی نو کہ تم کوئی کھلونا نہیں ہو۔ تبھی میں اتنی تگ ودو کر رہا ہوں۔ اور اگر تم مجھ جیسا انسان ڈیزرو نہیں کرتی تو پھر ساحر جیسا انسان بھی ڈیزرو نہیں کرتی۔ اس کی سیاہیاں مجھ سے بلند ہیں۔۔" اسامہ کی سنجیدگی میں رتی برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

"اس کی سیاہیاں بلند ہوں یا پست، یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ تم کیوں میاں بیوی میں پھوٹ ڈلوا کر شیطان بن رہے ہو۔۔" نازنین کڑے تیوروں سنگ بولی۔ اس بات پر اسامہ کا قہقہہ بے اختیار تھا۔ نازنین کوفت کے مارے جھنجھلا کر رہ گئی تھی۔

"ایک بات یاد رکھنا! تمہارا شوہر نامدار بھی ابلیس سے کچھ کم نہیں۔ خیر میرا کام تمہیں آگاہ کرنا تھا۔" یہ کہتے ساتھ ہی ایک نیلے رنگ کی یو ایس بی میز کے وسط میں دھری۔

"نکاح سے قبل فرصت میں ایک مرتبہ ضرور دیکھ لینا۔ دو دن کا پچھتاوا ساری عمر کے پچھتاوے سے بہتر ہوتا ہے۔" اتنا کہتے ساتھ ہی وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ نازنین تحیر سے اس کے الفاظ کو پراسیس کر رہی تھی۔ اس کی باتوں سے آنکھوں سے صداقت جھلک رہی تھی۔ تو کیا ساحر واقعی میں اسے دھوکے میں رکھ رہا تھا؟..... یہ سوچ ہی جان لیوا تھی.... وہ اتنی ارزاں تو کبھی بھی نا تھی... کہ یوں اس کا محرم اسے فریب دیتا۔ مگر پھر اپنی سوچ کی نفی کرتی وہ یو ایس بی اٹھاتی دراز میں رکھ گئی۔ اسامہ کی باتوں پر پورا یقین نا سہی مگر تھوڑا آنے لگا تھا۔ مگر فی الوقت وہ دکھتے سر کو سکون پہنچانے کی خاطر وارڈروب سے کپڑے نکالتی باتھ روم میں چلی گئی۔ دراز میں دھری نیلی یو ایس بی اپنے اندر تباہی سموئے خاموشی سے پڑی تھی۔

عائشہ پیر لٹکائے پرسکون انداز میں پرنسپل آفس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے برعکس پرنسپل مضطرب انداز میں پینسل کی نوک ٹیبل پر بجا رہے تھے۔

"Will you please stop this Sir"?

ناگوار تاثرات چہرے پر سجائے وہ بولی جس پر پرنسپل کے ہاتھ کی حرکت تھمی۔ دس منٹ ہو چکے تھے اور اب کسی بھی لمحے وہ موت کا فرشتہ ان کے سر پر آدھمکتا۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھے کہ ماریہ اور حسام پرنسپل آفس میں داخل ہوئے۔ حسام کے ہاتھوں کی اوپری جلدی اتری ہوئی تھی اور اس میں سرخ رنگ کے لاتعداد دھبے تھے۔ ماریہ کے چہرے پر کریہہ تاثرات چھپے تھے۔ وہ عائشہ کی جانب آئی اور ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ یہ سب اس قدر جلدی میں ہوا تھا کہ عائشہ ایک طرف کو لڑھک گئی تھی۔ وہ گال پر ہاتھ رکھے اٹھ کھڑی ہوئی اور آنکھوں میں غیض لئے ماریہ کو دیکھنے لگی۔ پرنسپل نے ہڑبڑا کر ماریہ کی جانب دیکھا جو اب عائشہ کو دوسرا تھپڑ بھی مارنے والی تھی مگر اس سے قبل ہی اس کا ہاتھ بیچ میں کوئی روک چکا تھا۔ رحمان علی نے ٹھنڈی ٹھار نظروں سے ماریہ کی جانب دیکھا تھا جو ہونقوں کی طرح ٹکر ٹکر اس کا چہرہ تک رہی تھی۔ جو ہاتھ تھپڑ کے لئے اٹھایا تھا وہ ہاتھ اب آہنی گرفت میں تھا۔ ماریہ کو اپنی انگلی کی ہڈیاں چٹختی ہوئی محسوس ہوئیں۔ عائشہ آنکھوں میں نمی لئے باپ کی جانب دیکھ رہی تھی۔ حسام بھی اس صورتحال سے گھبرا گیا تھا۔ اس سے قبل پرنسپل بیچ میں آتے کڑک کی آواز نے سب پر سکتہ طاری کر دیا تھا۔ ماریہ کی دل خراش چیخ ابھری تھی۔ مگر کمرہ ساؤنڈ پروف ہونے کی وجہ سے آوازیں باہر نہیں نکل پا رہی تھیں۔ رحمان نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ کسی حقیر شے کی مانند چھوڑا تھا۔

وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی اپنا ہاتھ پکڑے رونے لگی۔ رحمان اس کے برابر میں بیٹھا اور اس کے روتے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"جتنی تکلیف تمہیں ان انگلیوں کے ٹوٹنے کی ہے نا، اس وقت اس سے زیادہ تکلیف میرے دل میں ہو رہی ہے۔ میں نے آج تک اپنی بیٹی کو سخت نظروں سے گھوری تک نہیں ڈالی اور تم نے اس پر ہاتھ اٹھایا!۔" سرد لہجے میں کہتے ہوئے وہ آخر میں غرایا۔

"دل تو چاہ رہا ہے کہ تمہارے ہاتھ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں، مگر میں بدلہ پورا پورا لیتا ہوں۔ نا زیادہ نا کم۔۔" اتنا کہتے عائشہ کی جانب متوجہ ہوا اور اس کے گال پر سے ہاتھ ہٹایا جو سوجھ کر سرخ ہو چکا تھا۔ بے اختیار انگوٹھے سے عائشہ کا گال سہلاتے رحمان وہاں اپنے لب رکھ گیا۔ عائشہ بھی اس کے گرد دونوں ہاتھ باندھتی بلند آواز میں رونے لگ گئی۔ یہ پہلی بار تھا جو وہ اتنے برے طریقے سے روئی تھی، وہ بھی ہچکیوں کے ساتھ۔ رحمان کے چہرے کے تاثرات مزید سخت ہو چکے تھے۔ اس کی پیٹھ تھپکتا وہ اس کے آنسو صاف کرتا خاموش کروا رہا تھا۔ اس کے بالوں پر لب رکھتا وہ اسے خود میں بھینچے ہوئے تھا۔ دل میں لگی آگ کسی طور بھی کم نا ہو رہی تھی۔ چند لمحوں میں ہی عائشہ کے رونے میں کمی آئی تو وہ خود ہی رحمان سے الگ ہوتی اپنے ننھے ہاتھوں سے آنسو پونچھ گئی۔

"اب بتاؤ مجھے میرا بچہ کیا ہوا تھا۔۔" رحمان حسام کے جلے اور سوجھے ہوئے ہاتھ دیکھ چکا تھا جبھی خاموش تھا۔ آنکھ کے قریب نیل کا نشان بھی واضح تھا، مگر اب معاملے کی تہہ تک جانا بھی ضروری تھا۔

"تمہاری یہ تین فٹ کی بیٹی کبھی میرے بھانجے کو تھپڑ مارتی ہے تو کبھی اس پر ایسڈ اٹیک کرتی ہے۔۔" ماریہ اپنا رونا بھلائے ایک مرتبہ پھر سے پھنکاری جس پر رحمان نے کوفت سے اس کی جانب دیکھا۔

"خاتون آپ خاموش رہیں۔ جس طرح مجھے چلتے ہوئے ہاتھ نہیں پسند اسی طرح بلا فضول بولنے والی زبان بھی نہیں پسند۔۔" یہ واضح اشارہ تھا کہ وہ خاموش رہے۔ اس کی بات پر چند لمحوں میں تو واقع ہی ماریہ پر بھی سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

"آپ بتاؤ عائشہ بیٹے آپ نے ایسا کیوں کیا؟۔۔" پیار سے اس کا گال سہلاتے رحمان بولا جس پر حسام کو اپنا دل اب ڈوبتا محسوس ہوا۔

"بابا میرے ڈریس پر کولڈ ڈرنک گری تھی۔ میں صاف کرنے کے لئے ریسٹ روم گئی تھی تو یہ حسام وہاں آ گیا۔” اپنی ہچکی روکتی عائشہ بولی۔ اور اس کے ساتھ ہی پوری کہانی سنا دی جس پر پرنسپل اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ ماریہ بھی ہونقوں کی طرح کبھی حسام تو کبھی عائشہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ بچی بدتمیز ہونے کے ساتھ ساتھ جھوٹی بھی ہے۔ میرا بھانجا اتنی گری ہوئی حرکت نہیں کر سکتا ہے۔۔” ماریہ نفی کرتی پھنکاری۔ رحمان نے کوفت سے اس کی جانب دیکھا اور پھر حسام کو جو آنکھوں میں ہراس لیے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"بابا یہ اچھا نہیں ہے۔

He tried to touch me badly”

عائشہ ایک مرتبہ پھر سے روتی ہوئی بولی۔ جس پر رحمان اسے خود میں بھینچ گیا۔ وہ جانتا تھا ماریہ والے واقعے نے بھی اسے خوفزدہ کر دیا ہے۔ مگر حسام کے متعلق سن کر اس کا خون کھول اٹھا تھا۔

"اتنا سا چٹکی بھر تمہارا بھانجا ہے اور اس کی حرکتیں دیکھی ہیں تم نے؟ اس سے اچھی تو میری بیٹی ہے جس نے اگر اسے نقصان دیا ہے تو اپنے دفاع کی خاطر! نا کہ اپنے اندر کے شیطان کو راضی کرنے کے لئے۔ اور تمہارا بھانجا گرلز واشروم میں خود گیا تھا میری بیٹی نے نہیں بلوایا تھا۔ اور اس کا انجام وہ اچھے سے بھگت چکا ہے۔ اب مجھے لگتا ہے کہ اس کو سبق آ ہی گیا ہو گا۔۔” ماریہ کو مخاطب کئے رحمان حسام کو دیکھتے ہوئے بولا۔

عائشہ کو وہیں چھوڑے وہ حسام کی جانب آیا جو خوف سے سفید پڑ رہا تھا۔ اس کا کالر ہاتھوں میں جکڑے عائشہ کے سامنے لے کر آیا۔

"غور سے دیکھو اسے۔ یہ میری رحمان علی خان کی بیٹی ہے۔ اس کو میں نے سکھایا ہے کہ اگر کوئی تم پر بری نگاہ رکھے تو اس کی آنکھیں نکال دو۔ مگر اس نے تمہارے ہاتھ جلائے نا کہ آنکھیں، جلانی تو آنکھیں چاہیے تھیں ناں!" ماریہ کی جانب دیکھتے ہوئے تائید چاہی جس پر وہ اپنا سر نفی میں ہلا گئی۔

"بابا میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا۔۔" عائشہ روتے ہوئے بولی جس پر رحمان نے ایک جھٹکے سے حسام کو چھوڑا جس پر وہ ماریہ کے پاس جا گرا۔

"آئندہ سے اگر میری بیٹی کی جانب بری نظروں سے دیکھا تو تمہاری آنکھیں میں خود اپنے ہاتھوں سے نکالوں گا۔

Mark my words."

پھنکارنے والے انداز میں کہتے عائشہ کو گود میں اٹھایا جس پر وہ سر رحمان کے کندھے پر ٹکا گئی۔ رحمان کا رخ اب پرنسپل کی جانب تھا۔ بے ساختہ کرسی کے ہینڈل پر ان کی گرفت مضبوط ہوئی۔

"اس لڑکے کو آج کے آج، ابھی اسی وقت اسکول سے فارغ کریں۔ وگرنہ آپ کا اسکول سیل کروانے میں مجھے محض آدھا گھنٹہ لگے گا۔ اور مس ماریہ کو بھی فائر کریں۔ اس طرح کے پڑھے لکھے جاہلوں کی کوئی ضرورت نہیں ہمارے تعلیمی اداروں کو۔۔" ان تینوں نفوس کو حق دق چھوڑے رحمان عائشہ کو لئے آفس روم سے باہر نکلا۔ باقی کی عوام بھی تحیر سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ عائشہ کے آنسو اس کا کندھا بھگو رہے تھے جس پر رحمان نے ضبط سے آنکھیں میچیں۔

اولاد کی تکلیف پر ماں باپ دنیا تہس نہس کر دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اور یہاں تو پھر اس کی لاڈلی بیٹی تھی، جس کو اس نے پھولوں سے بھی زیادہ حساس رکھا ہوا تھا۔ اور اسی پھول کو سب مرجھانے کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ آخر کیوں تھے یہ لوگ اتنے برے؟ اس کی سمجھ سے باہر......

میٹنگ روم میں بیٹھے نفوس کی تعداد میں پہلے سے کمی در آئی تھی۔ وجہ ان کے ساتھیوں کا مارا جانا تھا۔

"جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ٹیم ورک نا کرنے کی وجہ سے ہمارا ایک ساتھی مافیا کا شکار ہو چکا ہے، ایسے میں آپ سب لوگوں کو چاہیے کے سانسیں ایک دوسرے سے تعاون کر کے لیں۔۔" سربراہی کرسی پر براجمان ادھیڑ عمر شخص گمبھیر لہجے میں بولا۔ باقی سب کا انداز روبوٹک تھا سوائے اسماعیل کے۔ وہ آنکھیں سکیڑے اس نئے سربراہ کا معائنہ کر رہا تھا۔ اس کا انداز گفتگو شبے میں مائل کر رہا تھا۔ خود پر نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے اس شخص نے اپنی نگاہیں میٹنگ روم میں گھمائیں۔ مگر پھر اپنا وہم سمجھ کر اس بات کو جانے دیا۔

"اسی لئے آج سے آپ لوگ کوئی بھی اسٹیپ لینے سے پہلے مجھے انفارم کریں گے۔ اگر یونہی ہم اکیلے سر دھڑ کی بازی لگانے نکل پڑے تو وہ لوگ ہمیں مٹھی بھر کر پھونک کی مانند اڑا دیں گے۔۔" سرغنہ کے چہرے کے تاثرات ایک زاویے پر ٹکے ہوئے تھے۔ وہ زاویہ گر غور کرو تو اسماعیل معراج کے چہرے کی عکاسی کرتا تھا۔

"آپ میرے ساتھ آیئے۔۔" اسماعیل کی جانب اشارے سے کہتا وہ شخص میٹنگ روم سے باہر نکل گیا۔ اسماعیل خاموشی سے اٹھا اور اس شخص کی تقلید میں چل دیا۔

وہ ایک کمرے کے باہر رکا۔ کارڈ سوائپ کیا تو دروازہ کھلا۔ اسماعیل کو اشارہ کرتے ساتھ لئے وہ اندر چلا آیا۔

یہ ایک دو کمروں پر مشتمل اپارٹمنٹ تھا۔ ایک کمرے کے دروازے پر تالا نصب تھا۔ اسماعیل لاؤنج میں موجود صوفے پر بیٹھ گیا۔

"خاصے بے تکلف بندے ہو تم۔۔" وہ شخص اس کے بنا اجازت یوں بیٹھ جانے پر چوٹ کرتا بولا۔

"وہ تو میں بچپن سے ہی ہوں! کام کی بات کرو چیف۔۔" جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالے اس میں سے سگریٹ نکالتا وہ بولا۔ پھر لائٹر جلا کر سگریٹ کو جلایا۔ دھواں مرغولوں کی صورت میں نکلنا شروع ہو چکا تھا۔ وہ اطمینان سے کش پہ کش لے رہا تھا۔ اور سامنے موجود ناک منہ چڑھاتے شخص کے چہرے کے تاثرات محظوظ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"میرے خیال سے اپنے سینئر کے سامنے بیٹھنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔۔" اس کی حرکات برداشت سے باہر تھیں۔ جبھی وہ شخص چِڑتا ہوا بولا۔ مگر یہ کیا... سامنے موجود شخص کے اطمینان میں رتی برابر بھی فرق نا آیا۔

"سینئیر آپ کو صرف میں آفس یا میٹنگ روم میں جانتا ہوں۔ یہاں آپ میری طرح ہی ایک عام انسان ہیں۔ گاٹ اٹ؟۔۔" وہ یوں بولا جیسے دونوں پرانے شناسا ہوں۔

"میں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم یہاں پر کنٹینیو کرنا چاہتے ہو یا نہیں؟۔۔" اس جملے پر اسماعیل سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیا مطلب اس بات کا۔۔" نا سمجھی سے استفسار کیا۔

"چاہو تو quit کر دو، چاہو تو کنٹینیو رکھ لو۔۔"

"اور تم کون ہوتے ہو مجھے یہ مشورہ دینے والے؟۔۔" اسماعیل غرانے والے لہجے میں بولا۔

"دیکھو تمہاری ایک عدد فیملی ہے۔ تمہاری بیوی ماں بننے والی ہے۔ ان سب کو تمہاری ضرورت ہے۔ تمہیں انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔۔" سامنے موجود شخص کے چہرے پر اس وقت جو سکون کم سے کم چھایا ہوا تھا وہ

اسماعیل کو ٹھٹکنے پر مجبور کر رہا تھا۔ یہ شخص اور اس کی حرکات پہلے ہی مشکوک تھیں اور اب اس نے اپنی باتوں سے اس شک کو درست ثابت کر دیا تھا۔

"تمہیں میری فیملی کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم صرف اپنی فکر کرو، کہ اپنی ٹیم کو سکیور کیسے کرنا ہے۔" اسماعیل سگریٹ ایش ٹرے میں بجھاتا بولا۔

"تمہاری مرضی ہے جو چاہے کرو، مجھے تو بس خیال آ گیا تو کہہ دیا۔۔" کندھے اچکاتے فیصلہ سامنے والے پر چھوڑا۔

"جس شخص نے تمہیں یہاں بھیجا ہے نا اس کو یہ باور کروا دو، دوبارہ بھی اگر اسماعیل معراج کو پیدا ہونے کا موقع ملے گا نا تو وہ یہی جاب چنے گا۔ اور پیٹھ موڑ کر بھاگنے والوں میں شامل نہیں ہو گا۔۔" اتنا کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جبکہ پیچھے وہ شخص ورطہ حیرت میں ڈوبا اسے دیکھ رہا تھا۔ اسماعیل نے جیب سے کارڈ نکالا اور سوائپ کیا تو دروازے دونوں جدا ہوئے۔ وہ شخص ہکا بکا رہ گیا یہ ساری کارروائی دیکھ کر۔ جسے وہ معمولی سا ور کر سمجھ رہا تھا وہ اتنا بھی غیر معمولی شخص نا تھا۔

اب اگر تم ساحر علی پر نظر ڈالو تو اپنے خفیہ کمرے میں نصب اسکرینز کے سامنے براجمان دکھائی دے گا۔ آنکھوں کی پتلیاں اندھیرے میں ہونے کے باعث پھیلی ہوئی تھیں۔ مگر ان میں ریڑھ کی ہڈی کو جما دینے والا تاثر موجود تھا۔

اسامہ کے موبائل کی کال ریکارڈنگز، وائس میسجز، ٹیکسٹ میسجز اس کے سامنے کھلی کمپیوٹر کی اسکرین پر ابھر رہے تھے۔ نازنین کو بھیجے گئے پیغامات میں سے ایک بھی پیغام موجود نا تھا۔ اس کا نمبر تک سیو نا تھا۔ ایسا کچھ بھی نا تھا جس

سے کوئی شبہ پیدا ہوتا۔ تو پھر نازنین سے تعلق اس نہج پر کیسے پہنچا کہ اس نے اس کے شادی شدہ ہونے کے باوجود اس سے محبت کرلی۔ کیونکہ تالی دونوں ہاتھوں سے ہی بجتی ہے۔ مگر یہاں پر ساحر علی خان کی یہی بھول تھی، کیونکہ محاورے مبہم اور غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ ہمیشہ صحیح اور درست نہیں۔

مگر پھر ایک جگہ پر اس کی نگاہیں ٹھہر سی گئیں۔ یہ سی سی ٹی وی فوٹیج جو تقریباً چار سال پرانی تھی۔ آنکھوں کی پتلیاں ساکت کرنے والی چیز نازنین کی یہاں موجودگی تھی۔ وہ اب والی نازنین سے قدرے مختلف تھی۔ ساحر آنکھیں سکیڑے سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ شہریار کا چہرہ اسکرین پر نمودار ہوا تو ساحر کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔ اس آدمی سے واقفیت اچھی طرح سے تھی اسے، مگر نازنین اس کے یوں قریب کھڑے ہو کر کیا بات کر رہی تھی؟ چہرے کے تاثرات برہم تھے۔ یقینی طور پر کوئی تلخ بات ہوگی۔ اسکرین کو دیکھتے ہوئے اس نے موبائل پر نمبر ڈائل کیا۔ دوسری جانب سے فوری طور پر کال پک کرلی گئی۔

"میں تمہیں ایک فوٹیج بھیج رہا ہوں، مجھے اس کی ویڈیو کے ساتھ آڈیو ریکارڈنگ بھی چاہیے۔۔" فائل اسکرین پر لوڈ ہوتی برقی لہروں کے ذریعے اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ چکی تھی۔ ساحر اب کرسی کی پشت پر سر ٹکاتا آنکھیں موند گیا تھا۔ وہ یاد کرنا چاہتا تھا کہ کب وہ نفرت کی وادیوں کو الوداع کہہ کر محبت کے پرستان میں داخل ہوا تھا۔ جہاں وہ دشمن جاں اس کا سب چین قرار لوٹ کرلے گئی تھی۔ بند آنکھوں کی سیاہی میں ماضی کے خوشگوار رنگوں نے نئی تصویریں ابھاریں۔ اس ایک تصویر میں نازنین سے پہلی ملاقات کا منظر تھا۔ یہ پہلی ملاقات اس کے باپ کی وفات والے دن تھی۔ جہاں سب عورتیں رو رہی تھیں، شور کر رہی تھیں، واویلا مچا رہی تھیں مگر وہ سفید ڈوپٹہ حجاب کی صورت لپیٹے، سرخ آنکھیں لئے خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ وقفے وقفے سے آنکھوں میں نمی اپنی چھب دکھلا کر غائب

ہو جاتی۔ اس وقت ساحر کو اس لڑکی کی خاموشی بہت کھلی تھی۔ آج سے پہلے اس نے کسی کی تکلیف کو یوں محسوس نا کیا تھا جیسے نازنین کی تکلیف کو کیا تھا۔

اسے اچھے سے یاد تھا جب وہ پہلی بار نازنین سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ ٹیرس میں زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ آسمان پر موجود چودھویں کے چاند پر نظریں مرکوز کے بیٹھی تھی۔ اوائل سرما کے دن ہونے کے باعث ہوا میں خنکی کا تناسب زیادہ نا تھا۔ دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا تھا۔ رونے کے باعث آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔ اس کے بابا کو گئے ایک مہینہ ہو چکا تھا۔ مگر وہ ابھی تک غم کی حالت سے باہر نہیں آئی تھی۔ یونیورسٹی جانا بھی ترک کیا ہوا تھا۔ وہ گم صُم سی بیٹھی تھی جب اپنے برابر میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ چہرہ موڑ کر دیکھا تو ساحر بھی اس ہی کی طرح چاند کو دیکھنے میں محو تھا۔ اس سے قبل نازنین اٹھ کھڑی ہوتی ساحر کی آواز پر رک گئی۔

"بیٹھی رہو۔ بات کرنی ہے تم سے۔۔” نظریں آسمان پر چمکتے چاند ستاروں پر جمائے بولا۔ کوئی ستارہ زیادہ روشن تھا کوئی کم۔

نازنین ناچاہتے ہوئے بھی دوبارہ سے وہیں بیٹھ گئی۔

"جانتا ہوں تمہارا بہت بڑا لاس ہوا ہے۔ اپنے بابا کو کھو دینے کا غم چھوٹا نہیں ہوتا۔ مگر میں ایک ضروری بات کرنے یہاں پر آیا ہوں۔ جانتا ہوں کہ نا موقع ہے نا ہی دستور.... مگر پھر بھی۔۔” وہ کہتے کہتے ٹھہرا، جیسے بولنے کو الفاظ ڈھونڈ رہا ہو۔ نازنین نے اس کے چہرے کو پہلی مرتبہ اتنے قریب سے دیکھا تھا۔ چاند کی سنہری روشنی ان دونوں کے چہروں پر براہ راست پڑ رہی تھی۔ نازنین کا دل عجب لے پر دھڑکا تھا۔ وہ فوری نظروں کا زاویہ بدل گئی تھی۔

"جی کہیئے؟۔۔” چہرے پر آئے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستے وہ دھیمی مگر سنجیدہ آواز میں بولی۔

“The moon is beautiful…isn't it”?

بنا نازنین کی جانب دیکھے وہ بولا۔ اس کے کہے گئے جملے پر نازنین کا دل زوروں کا دھڑکا۔ وہ اس محاورے کا پس منظر سمجھ چکی تھی۔ مگر وہ کیا جواب دیتی... مگر ساحر جیسے خلاؤں میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔

“But far away

چاند خوبصورت ہے مگر اس کی حقیقت نہیں۔۔” نازنین ماربل پر انگلی کی مدد سے پیٹرن بناتی بولی۔

"جانتا ہوں اس میں بہت سے فلاز ہیں۔ اس کی روشنی بھی اپنی نہیں ہے۔ مگر پھر بھی وہ خوبصورت ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نصیب پر راضی ہے۔۔” ساحر اب کہ نازنین کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔ جس پر نازنین نے ایک جھٹکے سے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں ملیں، ارد گرد کائنات میں چلتی ہر شے جیسے ساکت سی ہو گئی ہو۔ وہ دونوں چاند کی روشنی میں نہائے چاندی کے مجسمے معلوم ہو رہے تھے۔ جو موم کی مانند دھیرے دھیرے احساسات میں ڈھل رہے تھے۔ ساحر نے نازنین کے ہلتے لب دیکھے تھے۔

" مگر انسان کا موازنہ چاند سے نہیں...۔” نازنین اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے بولی۔ ساحر اس کا چہرہ یک ٹک بڑی فرصت سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ذہن کے ہر خانے میں اس کا چہرہ نقش کر رہا ہو۔ دل کی ہر دھڑکن کو جیسے اس کے نام کر رہا ہو۔

"بالکل۔۔” تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"میں بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے اچھی لگی ہو، اس ایک مہینے میں خود کی کیفیت سمجھنے کی کوشش میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تمہارا ساتھ میرے لئے ضروری ہے۔ جو عورت میری زندگی میں شامل ہو سکتی ہے وہ تم ہو۔ لگی لپٹی رومانوی باتیں زیادہ نہیں آتیں مجھے۔۔” ساحر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ نازنین سانس روکے اس کی بات سن رہی تھی۔

"میں رشتوں میں زبردستی کا قائل نہیں۔ میرے لئے تمہاری رضامندی سب سے زیادہ اہم ہے۔ اگر تم ہاں کہو تو میں امی کو کہوں کہ وہ خالہ امی سے بات کریں۔۔" ساحر اب اس کے چہرے کے حیران تاثرات دیکھتا اپنی بات مکمل کرتا ایک مرتبہ پھر سے آسمان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ نازنین کی آنکھوں کے پار شہریار کا چہرہ لہرایا۔ اس نے بے اختیار کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ پہلی محبت سے مووآن کرنا اتنا آسان تھوڑی نا ہوتا ہے۔ مگر جب محبت خود آپ کے پاس آئے تو اس کو کیوں ٹھکرائیں؟ چند لمحے سرکنے کے بعد وہ آنکھیں کھول گئی۔ ساحر ہنوز آسمان کی جانب متوجہ تھا۔

"جو فیصلہ میرے گھر والوں کا ہو گا وہی میرا ہو گا۔۔" لبوں پر خفیف مسکراہٹ لئے وہ اتنا کہتے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ساحر نے اندھیرے کو چیرتی چاند کی روشنی میں اس کو دیکھا جو اب زینوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہ تیز قدم اٹھا رہی تھی۔ دل کی حالت غیر تو وہ شخص پہلے ہی کر چکا تھا۔ لبوں پر مسکان سجائے وہ دیوار سے پشت لگاتا سر ٹکا کر آنکھیں موند گیا۔ میسج ٹون کی آواز پر اس کا سکتہ ٹوٹا... اوپن کرتے ہی وہ سی سی ٹی وی فوٹیج آڈیو ریکارڈنگ کے ساتھ موجود تھی۔ ماضی کا ایک حسین منظر آنکھوں سے ہٹ چکا تھا۔ سامنے چلتا ہوا منظر ناگواری بھرا تھا اور اس میں جاری گفتگو اس سے زیادہ۔ جوں جوں وہ سنتا جا رہا تھا چہرے کے تاثرات پتھریلے ہوتے جا رہے تھے۔

"تو یہ تھی تمہاری حقیقت نازنین جمال احمد!۔۔" زہرخندہ تاثرات لئے وہ دھاڑا۔

"ایک دھوکے باز لڑکی، جس نے چہرے پر منافقت کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ تمہیں تو میں سب کے سامنے بے نقاب کروں گا، جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔۔" آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں لئے وہ دانت کچکچاتا بولا۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ اپنی ہی تباہی کی جانب بڑھ رہا تھا۔

رحمان عائشہ کو لئے گھر پہنچا تو وہ سیدھا اس کا ہاتھ پکڑے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"بیٹا مما سے تو مل لو۔۔۔” عائشہ کو بیگ میز پر رکھتے دیکھ وہ پیار سے بولا۔

"نو بابا! ابھی میں ان سے نہیں ملنا چاہتی۔۔” نظریں جھکائے تردید کی۔

"ایسا کیوں بابا کی جان؟۔۔” اس کے سامنے گھٹنوں کے بل دوزانوں بیٹھتے وہ شیریں لہجے میں بولا۔

"میں ان کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی.... میں نہیں چاہتی وہ پھر سے ناراض ہو کر واپس چلی جائیں۔۔” ہنوز نظریں زمین پر ٹکائے جواب دیا۔ اب کی بار حیران ہونے کی باری رحمان کی تھی۔

"کیوں بیٹا؟.... آپ سے کس نے کہا کہ آپ کی مما ہرٹ ہونے پر چلی جائیں گی؟ یا پھر آپ ان کو ہرٹ کریں گی؟” بازو کے حلقے میں لئے وہ اس کی پیشانی چومتا نرمی سے استفسار کر رہا تھا۔ گال پر موجود لال نشان نیلاہٹ کا شکار ہو چکا تھا۔ بے اختیار اس کا دل کیا کہ ماریہ کی گردن ہی مروڑ دے.... آہ مگر انصاف کا بھوت اسے یہ سب کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

"ایک بار میں نے دادو سے پوچھا تھا کہ مما ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتیں... تو انہوں نے کہا تھا کہ آپ کے بابا نے ان کو ہرٹ کیا تھا اس لئے وہ ہمارے ساتھ نہیں رہتیں۔۔” آنکھوں میں نمی لئے وہ دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ اور اپنی ماں کے اس انکشاف پر رحمان حق دق رہ گیا تھا کہ اس کی اس شادی کی مخالفت کرنے والی ماں اپنے بیٹے کو غلط کہہ رہی تھی۔ بجائے بہو کو کوستیں.... انہوں نے پوتی کے دل میں بیٹے کے لئے زہر بھر دیا تھا۔

"ابھی بھی مما میری چوٹ دیکھ کر ہرٹ ہوں گی.... شام تک یہ ٹھیک ہو جائے گا، میں تب مل لوں گی ان سے۔۔” اپنی بات کہتے وہ نرمی سے رحمان کے حصار سے نکلتی شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ رحمان کو یوں محسوس

ہو رہا تھا کہ اس کا دل جیسے مٹھی میں جکڑا گیا ہو۔ مطلب اس کی ننھی پری اتنا کچھ خاموشی سے جھیلتی آئی تھی۔ اور اس نے خود سے کبھی اس کی خواہشات جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ ان کی ضد اور انا میں اگر کسی کا نقصان ہوا تھا تو وہ ان کی بیٹی تھی اور کوئی نہیں۔ اتنا تو وہ جان گیا تھا۔

دروازے پر کھڑی ہانیہ کی گرفت ڈور ناب پر مزید پختہ ہو چکی تھی یہ سب باتیں سن کر۔ ملامت، ندامت، شرمندگی۔ کیا نام دیتی اس وقت اپنے احساسات کو جو وہ محسوس کر رہی تھی۔ رحمان بھی ہانیہ کو دیکھ چکا تھا جبکہ عائشہ پشت اس جانب ہونے کی وجہ سے دیکھ نا سکی۔

آنکھوں میں نمی لئے وہ اندر آئی اور عائشہ کو خود میں بھینچ گئی۔ جہاں ہانیہ کی اچانک آمد پر عائشہ بوکھلا گئی، وہیں ہانیہ اس کو خود میں بھینچے بے آواز روئے جا رہی تھی۔

"مما۔۔۔" خوفزدہ ہوتے عائشہ بولی۔

"مما کی جان مجھے معاف کر دو، میں نے آپ کو بہت ہرٹ کیا۔۔" ہانیہ اس کی پیشانی چومتی بولی، اس کے گال پر نظر پڑی تو وہ ٹھٹکی۔ جہاں نیلاہٹ نمایاں تھی جیسے کسی نے تھپڑ مارا ہو۔

"یہ کیا ہوا ہے آپ کو۔۔۔؟۔۔" ہانیہ دو انگلیوں سے اس کا گال چھوتی بولی جس پر عائشہ نے رحمان کی جانب دیکھا تو وہ کندھے آچکا گیا۔ اپنے باپ کی اس حرکت پر عائشہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

"مما وہ ٹیچر نے مارا تھا مجھے۔۔" نظریں جھکائے جواب دیا۔ اور اس جواب پر ہانیہ کی آنکھوں میں غیض ابھرا۔

"کونسی ٹیچر تھی؟۔۔۔۔ ابھی چلو میرے ساتھ! اس کا تو میں حشر نشر کرتی ہوں۔۔" ہانیہ کھڑے ہوتے بولی جس پر رحمان نے اس کو روکا۔

"کالم ڈاؤن مسز! آرام سے بیٹھ جاؤ ابھی تو بچی گھر آئی ہے۔۔” عائشہ کو دیکھتے رحمان نرمی سے بولا۔ مگر ہانیہ کا رویہ اس سے برعکس تھا۔

"واٹ کالم ڈاؤن؟.... وہ بچ میری بیٹی کو مارے اور میں سکون سے بیٹھ جاؤں... یہ سکون تمہیں ہی مبارک ہو رحمان علی خان۔۔” خونخوار تیور لئے ہانیہ غرائی۔ جس پر عائشہ نے ہراساں ہو کر اپنے باپ کی جانب دیکھا۔ عائشہ کو ریلیکس رہنے کا کہہ کر خود وہ ہانیہ کے کندھے کے گرد بازو رکھتا خود میں بھینچ گیا۔ اور دوسری جانب عائشہ کو اٹھا کر کندھے سے لگا لیا۔

"تم دونوں میری ریڈ لائن ہو۔ میں خود پر ہوا ظلم و زیادتی تو معاف کر سکتا ہوں، مگر ایک بات یاد رکھنا.... اگر کوئی شخص تم لوگوں کو نقصان پہنچائے گا تو اس کو میں نیست و نابود کر دوں گا۔ ابھی بھی اس ٹیچر کو سبق سکھا کر آیا ہوں میں۔ آئندہ آنے والی اس کی نسل یاد رکھے گی کہ رحمان علی کے خاندان سے پنگا نہیں لینا۔۔” عائشہ کا گال چومتے ہوئے رحمان اب ہانیہ کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں متذبذب تاثر تھا۔

“Yes mama! Baba is right. He punished the teacher.”

باپ کے چہرے کو محبت سے تکتے وہ بولی۔

"کیا سزا دی اسے تم نے؟۔۔”

"بس زیادہ کچھ نہیں، اس کے ہاتھ کی انگلیاں توڑ دیں۔۔” عائشہ کو نیچے اتارتے رحمان پُرسکون لہجے میں بولا۔

"میں ہوتی تو اس کے بال نوچ لیتی! گنجا کر دیتی پھر اسے مزہ آتا.....۔۔” ہانیہ نخوت سے سر جھٹکتے بولی۔ جس پر رحمان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ عائشہ ان دونوں کو پر سکون دیکھتی خود ڈریسنگ روم میں گھس گئی۔

"ایک تو یہ تم لڑکیوں کی ایک دوسرے کے بال نوچنے کی اوبسیشن بہت عجیب ہے۔۔" ہانیہ کو یونہی بازو کے حلقے میں لئے وہ نرمی سے اس کی پیشانی لبوں سے چھوتا بولا۔

"میں صرف لڑکیوں کے نہیں، لڑکوں کے بال بھی نوچتی ہوں۔۔" ہانیہ رحمان کے بالوں میں انگلیاں چلاتی ہوئی بولی جس پر رحمان نے سانس روکے اس کے چہرے کو دیکھا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ بس اس کے بولتے لب، مسکراتی آنکھیں اور بکھری زلفیں اسے مبہوت کر رہی تھیں۔ وہ پہروں فرصت میں بیٹھ کر اس چہرے کو بنا تھکے دیکھ سکتا تھا۔ وہ ساحرہ تھی اور وہ اس کے سحر میں جکڑا جا رہا تھا۔ رحمان کی غیر معمولی خاموشی کو دیکھتے ہانیہ نے اس کی نظروں کے سامنے چٹکی بجائی جس پر وہ ٹس سے مس نا ہوا۔ عائشہ بھی یونیفارم بدل کر باہر آ چکی تھی اور اپنے باپ کو یوں گم صُم پا کر حیران تھی۔ ہانیہ نے رحمان کے کندھے پر چٹکی کاٹی جس پر وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا اور اپنا کندھا سہلانے لگا۔

"اف ظالم! اتنی زور سے چٹکی کاٹی ہے۔۔" رحمان منہ ں سورتے بولا جس پر عائشہ اور ہانیہ دونوں کھکھلا کر مسکرا دیں۔

"تم پتا نہیں کن خیالوں میں کھوئے ہوئے تھے، سن ہی نہیں رہے تھے۔۔" ہانیہ مسکراتی ہوئی بولی جس پر رحمان نے اپنی بے اختیاری کو کوسا۔

"میں عائشہ کی چھوٹی بہن کو لانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔" تھوڑی پر ہاتھ رکھے رحمان جس سنجیدگی سے بولا تھا اتنی ہی حیرانی سے ہانیہ نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ جیسے اس کا دماغ ہل گیا ہو۔ جبکہ عائشہ تو یہ سنتی ہی پر جوش سی ہو گئی تھی۔

"سچ بابا؟ پھر کب لائیں گے آپ میری بے بی سسٹر؟۔۔" عائشہ رحمان کا ہاتھ پکڑے اشتیاق سے بولی جبکہ ہانیہ کی رنگت سرخ ہونی شروع ہو چکی تھی رحمان کی اس گوہر افشانی پر۔

"بیٹا اپنی مما کو راضی کر لو، میں تو راضی ہوں۔۔" رحمان کندھے اچکاتا بولا جبکہ ہانیہ توپ کا رخ اپنی جانب دیکھ کر بے اختیار ایک قدم پیچھے ہٹی۔ عائشہ آس بھری نظروں سے ہانیہ کو دیکھ رہی تھی۔

"Mama please! I wanna have a baby sister."

عائشہ آس بھرے لہجے میں بولی جس پر ہانیہ نے رحمان کو خونخوار نظروں سے دیکھا۔

"بیٹا ابھی آپ لنچ کر کے سو جاؤ۔ اس معاملے پر ہم۔ بعد میں بات کریں گے۔۔" ہانیہ عائشہ کو بہلاتی بولی جبکہ رحمان شریر نظروں سے اسے ہی تک رہا تھا۔

"نو مما! مجھے بھوک نہیں ہے۔ آپ مجھے سلا دیں گی۔۔" اپنی سبز آنکھوں میں امید کے جگنو لئے وہ ملتجیانہ انداز میں بولی جس پر ہانیہ اپنا سر ہلا گئی۔

"آجاؤ میرا بچہ! اس میں بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔۔" ہانیہ اسے لئے بیڈ کی جانب بڑھی۔ عائشہ کے برابر میں لیٹتی وہ اسے کمفرٹر اوڑھا گئی۔ رحمان یہ سب دیکھتا لائٹس آف کرتا باہر جانے لگا جب عائشہ کی پکار پر رکا۔ ہانیہ تب تک ٹیبل لیمپ جلا چکی تھی، جس کی سنہری روشنی نے کمرے کی تاریکی کو کم کر دیا تھا۔

"بابا آپ بھی ادھر آجائیں ہمارے پاس۔۔" اپنی بائیں جانب خالی جگہ پر ہاتھ رکھتی عائشہ بولی جس پر رحمان مسکرا دیا۔ اور پھر دروازہ بند کرتے ہوئے بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ عائشہ کا سر اپنی بازو پر رکھتے وہ اسے اپنے ساتھ لگا گیا جس پر ہانیہ مسکرا دی۔ ان دونوں کے چہرے پر تکان کے اثرات تھے جبکہ ہانیہ تازہ دم دکھائی دیتی تھی۔ ہانیہ انگلیوں کی پوروں سے عائشہ کے بالوں کی جڑیں سہلا رہی تھی جس پر وہ جلد ہی نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔ چند لمحوں میں ہی

اس کی مدھم بھاری سانسیں کمرے میں سنائی دینے لگی تھیں۔ ہانیہ مبہوت انداز میں عائشہ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ سوتے ہوئے کوئی پری ہی لگ رہی تھی۔ مگر اس کے گال پر پڑا سرخ نشان دیکھ کر اس کو ایک نئے سرے سے طیش آیا تھا اس استاد پر جس نے اس کی بیٹی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ رحمان بھی آنکھیں بند کئے پُرسکون انداز میں لیٹا ہوا تھا۔ ہانیہ ان دونوں کے چہروں کو تک رہی تھی جو ایک دوسرے کی کاربن کاپی کہیں تو غلط نا ہو گا۔ پھر بستر سے نیچے اترتی وہ دبے پاؤں رحمان کی جانب آئی۔ ماتھے پر بکھرے بال درست کرتی، وہاں لب رکھتے پیچھے ہوئی۔ دونوں باپ بیٹی پر کمفرٹر اوڑھاتے وہ آہستہ سے دروازہ بند کرتے باہر چلی گئی۔

شام کا ملگجا اندھیرا ہر چیز کو لپیٹ میں لئے ہوئے تھا۔ فروری کے اوائل دنوں کی شامیں سرد اور خاموش تھیں۔ سیاہی نے ہر شے کے نور کو نگل لیا تھا۔ اور ایسے میں اس سیاہی کو خود میں جذب کر لینے والے نفس بیدار ہوتے ہیں۔

سیاہ رنگ کو لباس کی صورت خود پر اوڑھے وہ سیاہ رات کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ دروازے پر موجود گھنٹی پر انگلی رکھتا وہ جیسے ہٹانا بھول گیا تھا۔ تبھی دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کے ہاتھ کی حرکت تھمی۔

"صبر نام کا مادہ تمہارے اندر ناپید ہے۔۔” دروازہ پورا کھولتے اندر آنے کا رستہ دیتے ہوئے وہ شخص ناگواری سے بولا۔

"بس کیا کروں ہاتھ چلانے کی عادت پرانی ہے۔۔” اپنے پیچھے دروازہ ٹھاہ کی آواز کے ساتھ بند کرتے وہ اندر آیا۔ جس پر میزبان نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"اسامہ علی تم کس صدی میں سدھرو گے؟۔۔" عاشر تن فن کرتا پھنکارا۔

"اس صدی میں تو کوئی چانس نہیں۔۔" ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں بولتا وہ صوفے پر دھڑام سے ڈھے گیا۔ عاشر نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے خود کو کچھ سخت کہنے سے باز رکھا۔

"اب یہاں آنے کا مقصد بھی بتاتے چلو۔۔۔" عاشر سینے پر ہاتھ باندھے بولا۔ اسامہ نے بدمزہ ہوتے اس کی جانب دیکھا۔

"اتنے دن بعد دوست گھر آیا ہے، بجائے آؤ بھگت کرنے کے یوں غیروں والا سلوک کر رہے ہو۔۔۔۔۔" اسامہ متاسف انداز میں بولا۔ عاشر لاؤنج سے ملحقہ کچن میں گیا اور وہاں سے دو جوس کے کین ہاتھ میں پکڑے باہر آیا۔ ایک کین اسامہ کی جانب اچھالا جسے وہ وہ کیچ کر گیا۔

"اب بکنا شروع کرو جلدی۔۔" اپنے کین کو کھولتے اس میں سے گھونٹ بھرتے وہ اسامہ کی جانب پوری طرح متوجہ تھا۔ اسامہ مشکوک نگاہوں سے کین کو دیکھ رہا تھا۔

"زہر وغیرہ تو نہیں ملایا اس میں کیا؟۔۔" مزید اس کا پارہ ہائی کرنے کے لئے وہ کین کھولتے ہوئے بولا۔

"کاش کہ زہر تم پہ اثر کر جائے۔۔۔۔" عاشر ٹھنڈی سانس بھرتا بولا۔

اسامہ سر کو دائیں بائیں ہلاتا مسکرا دیا۔

"ایم سوری اس دن کے لئے۔۔۔ میں غصے میں تھا۔۔" وہ نادم انداز میں سر جھکائے بولا۔ عاشر کی مسکراہٹ سمٹی۔

"فکر مت کرو۔۔۔۔ میں نے برا نہیں مانا۔ آخر کو ہم بچپن کے دوست ہیں۔ ہم میں لڑائیاں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں۔۔" عاشر عام سے انداز میں بولا۔ اسامہ کے کندھوں سے جیسے ڈھیروں بوجھ سرکا ہو۔

"میں نے سنا تمہارے بھائی کی شادی ہے پرسوں؟۔۔" عاشر خالی ہیں میز پر دھرتا بولا۔ اسامہ کے چہرے کے تاثرات میں کرب گھلا۔ آنکھوں میں زخمی تاثر لئے اس نے عاشر کی جانب دیکھا۔

"جانتا ہوں۔ اسی لئے یہاں پر آیا ہوں؟۔۔" اس نے کین میں سے ابھی تک صرف ایک گھونٹ بھرا تھا۔ اور زمین پر نظریں مرکوز کئے کین ہاتھ میں گھما رہا تھا۔

"غم کی شام منانے۔۔" عاشر تمسخر نظروں میں لئے بولا۔

"غم کی شام بنانے۔۔" اسامہ نے توقف کیا اور کین کو ایک سانس میں خالی کرتا ٹیبل پر رکھا۔ اور پھر عاشر کی جانب متوجہ ہوا جس کے چہرے کے تاثرات اب حیران کن تھے۔

"میں نازنین کے ساتھ ایسا کرنا تو نہیں چاہتا تھا.... مگر اب یہ ناگزیر ہو گیا ہے۔ تم سمجھ رہے ہو نا میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔" اسامہ سنجیدہ نظریں اس کے چہرے پر مرکوز کئے بولا جس پر عاشر نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"مجھے حبیب شیرازی سے کانٹیکٹ کرنا ہے ابھی اور اسی وقت، کال ملاؤ۔۔" اسامہ کے کہنے کی دیر تھی، عاشر کانٹیکٹ لسٹ کھولتا مطلوبہ نمبر پر انگلی رکھے ڈائل کر گیا۔ تیسری بیل پر کال اٹھالی گئی۔

"آج کیسے یاد آگئی ہماری؟۔۔" دوسری جانب خوشگوار آواز میں حبیب بولا۔ عاشر نے مسکراتے ہوئے حال احوال پوچھا پھر فون اسامہ کی جانب بڑھا دیا۔ اسامہ کا نام سنتے ہی حبیب کے لب اوہ میں سکڑے۔ اسامہ اپنا مدعا بیان کرتا اب اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں، مگر میرا نام مخفی رکھا جائے گا۔۔" وہ اتنا کہتا کال بند کر گیا۔ اسامہ گہری سانس خارج کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں جارہے ہو... کھانا ساتھ میں کھاتے ہیں۔۔" عاشر اسے جاتے دیکھ بولا۔

"نہیں، پھر کبھی۔ ابھی ایک ضروری کام سے جانا ہے۔۔" اتنا کہتا وہ راہداری عبور کر گیا۔ عاشر اس کو الوداع کہنے کے لئے دروازے تک آیا اور دروازہ بند کرتے مڑا تو اس کے مسکراتے لب اب سیدھی لکیر میں سمٹے ہوئے تھے۔ موبائل پر نمبر ڈائل کرتا وہ حبیب کے کال اٹینڈ کرنے پر چند ہدایات دے رہا تھا۔ آخر کو وہ دوست تھا اسامہ کا... کیسے نا ثبوت دیتا کہ وہ اس کا ہی دوست تھا۔

دوسری جانب اسامہ اپنی کار میں بیٹھتا زن سے بھگا لے گیا تھا۔ وہاں موجود سناٹے کو صرف اس کی کار کی آواز چیر رہی تھی۔ وہ ایکسلریٹر پر دباؤ بڑھاتا رفتار تیز کر رہا تھا، جبھی ایک انہونے احساس نے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ گردن پر سرسراتا سا لمس محسوس کرتے وہ چونکا۔ جیسے کوئی نوک دار چیز اس کی گردن پر سہلائی جارہی ہو۔ پھر اچانک اس کو وہ اپنی گردن میں دھنستی محسوس ہوئی۔ بے اختیار اس کا پاؤں بریک پر پڑا۔ اس کی گاڑی بمشکل ٹکراتے بچی تھی۔ اس نے بے اختیار اپنی گردن کو انگلی کی مدد سے رگڑا۔ اب وہ ناگوار لمس کہیں پر بھی نہیں تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں سے بڑی بلا ہوں... وقت آگیا ہے اپنا کہا پورا کرنے کے لئے۔۔" اسامہ چہرے پر سرد تاثرات سجائے مدھم آواز میں غرایا، اور ایک مرتبہ پھر سے کار اسٹارٹ کر دی۔ گاڑی کی فضا میں جلنے کی بو پھیل چکی تھی جس سے تنگ آتا وہ کھڑکیاں کھول گیا۔ چند لمحوں بعد ہر چیز اعتدال پر آنے لگ گئی تھی۔ سرد ہوا کے تھپیڑے اس کے چہرے پر پڑ رہے تھے مگر وہ مگن انداز میں ڈرائیو کر رہا تھا۔

شہباز علی کو ہسپتال سے چھٹی ملنے پر شہریار انہیں گھر لے آیا تھا۔ ان کے لئے میل نرس کو انتظام وہ گھر پر ہی کر چکا تھا۔ شام کا اندھیرا آسمان کی سفیدی پر چھاتا رات کو خوش آمدید کہہ چکا تھا۔ حذیفہ شہریار کے ساتھ ہی اس کے گھر

آگیا تھا۔ وہ دونوں اس وقت کچن میں موجود گول میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ درمیان میں بھاپ اڑاتے کافی کے دو مگ موجود تھے۔ پلیٹ میں موجود براؤنیز ان چھوئی پڑی تھیں۔

"کسی بھی طرح کی مدد کی ضرورت ہو تو تم مجھے بلا جھجھک بلا لینا۔ تکلف نا کرنا۔۔" حذیفہ کافی کا مگ اٹھاتے بولا جس پر شہریار مسکرا دیا۔

"فکر مت کرو... تم ہی واحد وہ شخص ہو جس پر میں پوری دنیا میں سب سے زیادہ بھروسہ کرتا ہوں۔۔" شہریار مسکراتے ہوئے بولا۔

"ویسے اگر انکل کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو میں تمہیں اور انکل کو انوائیٹ کرتا نازنین کی شادی پر... مگر خیر جو ہوتا ہے بہتری کے لئے ہی ہوتا ہے۔۔" حذیفہ گھونٹ بھر کر بولا۔ تازہ روسٹ بینز کا اپنا ہی مزہ تھا۔

شادی کی بات پر شہریار کے دماغ میں ہسپتال کا منظر لہرایا، جہاں نازنین سے اس کا اتفاقیہ ٹکراؤ ہوا تھا۔ اور اس اتفاق کے تحت وہ اس کی بیماری کے متعلق بھی جان چکا تھا۔ دماغ نے کہا کہ اس کے بھائی کو آگاہ کر دے مگر زبان کچھ بھی بولنے سے انکاری تھی۔ وہ کم از کم اس لڑکی کے معاملات میں نہیں کود سکتا تھا۔

"تم اگر انوائیٹ کرنا چاہو تو میں تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی آجاؤں گا۔ بابا کے پاس نرس موجود ہے۔۔" سرسری سے لہجے میں بولتے کافی کا گھونٹ بھرا۔

"مجھے تو خوشی ہوگی اگر تم آنا چاہو۔ آج تو مہندی ہے خالصتاً لڑکیوں کا فنکشن۔ اگر آنا چاہو تو ابھی میرے ساتھ چل سکتے ہو۔۔" حذیفہ شریر مسکان چہرے پر سجائے بولا۔

"نہیں ابھی تو بہت ٹائم ہے۔ میں کچھ دیر بابا پاس رک کر آ جاؤں گا۔ تم جا کر تیاری کرو تمہاری تو بہن ہے نا... تم یہاں بیٹھ کر گپیں ہانک رہے ہو۔۔" شہریار مصنوعی سنجیدگی سے بولا۔

"جا رہا ہوں بھئی، تو نے گھر سے نکالنا ہے تو سیدھی طرح بول دے۔۔" مصنوعی ناراضگی جتائی۔

"چل اوئے کسی سستے ایکٹر کے جانشین.... ڈرامے نا کر۔۔" شہریار ہاتھ جھلاتے بولا۔

"جا رہا ہوں میں۔۔" پلیٹ میں سے براؤنیز کا ٹکڑا اٹھاتے وہ آنکھوں کو زبردستی جھپکتے ان میں نمی لانے کی تگ و دو میں بولا۔

شہریار اس کی اداکاری پر بس ہنستے ہوئے سر نفی میں ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا رخ اب اپنے بابا کے کمرے کی جانب تھا۔ میل نرس ان کی ڈرپ چینج کر چکا تھا۔ وہ بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ شہریار نے آگے بڑھ کر ان کے پیچھے تکیہ رکھا اور ایک تیز نظر نرس پر ڈالی۔

"میں نے تیس ہزار ایکسٹرا اسی کئیر لیے پے کیے ہیں تمہیں، اور یہ مت بھولو کہ یہاں پر سی ٹی وی کیمرہ بھی لگا ہوا ہے۔ تمہاری ہر حرکت پر میری نظر ہے۔۔" میل نرس کو دھمکی آمیز لہجے میں بولتے وہ اب شہباز علی کی جانب مڑا۔

"اتنا غصہ کیوں کر رہے ہو بے چارے پر، بہت اچھا لڑکا ہے یہ۔ میرا بہت خیال رکھ رہا ہے۔۔" شہباز علی نحیف آواز میں بولے۔

"آپ نہیں جانتے ان لوگوں کو بابا... یہ بہت کام چور ہوتے ہیں۔ ان سے پیار سے بات کرو تو سر پر چڑھ کرنا چتے ہیں۔۔" نخوت سے سر جھٹکا۔ اور ان کے قریب ہی بستر پر بیٹھ گیا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے بابا؟ زیادہ درد تو نہیں ہوتا؟۔۔" چند لمحے قبل والی خفگی اب لہجے میں نا تھی۔

"بیماری تکلیف ہی دیتی ہے راحت نہیں۔ مگر اس بیماری میں کسی اپنے کا ساتھ راحت ہی دیتا ہے۔۔" شہریار کے گال پر ہاتھ ٹکاتے وہ نرمی سے بولے۔

"آپ اتنا عرصہ اتنا سب کچھ برداشت کرتے رہے... ایک مرتبہ تو آ کر مجھ سے ملتے اور کہتے یہ سب۔۔" نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ زبان سے پھسلا۔

"پہلے ہی تمہاری اتنی حق تلفی کر چکا تھا مزید حوصلہ نہیں تھا۔۔" شہریار کے گال پہ ٹکا ہاتھ اب کہ پہلو میں جا گرا تھا۔ شہریار ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لبوں سے چھوتا آنکھوں کو لگا گیا۔

"آپ مجھے مل گئے میرے لئے اتنا کافی ہے بابا۔ اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ پرانی باتیں بھول جائیں۔ ہم دونوں اپنی ایک نئی زندگی شروع کریں گے مل کر... آپ بس ایک مرتبہ صحتیاب ہو جائیں۔۔" ان کے ہاتھوں پر نرم گرفت رکھے وہ عقیدت مندی سے بولا۔

"تمہارے جیسی اولاد قسمت والوں کو ہی ملتی ہے۔۔" شہباز علی کی آنکھوں میں نمی چھلکی تھی۔

"کم آن بابا! اب ہم پرانی کسی بات کو نہیں دہرائیں گے۔ اوکے؟۔۔" ان کے ہاتھوں پر دباؤ ڈالے محبت بھرے لہجے میں وہ بولا جس پر وہ مسکرا کر سر اثبات میں ہلا گئے۔

"اچھا بابا آج حذیفہ کی بہن کی مہندی ہے۔ اس نے مجھے انوائیٹ کیا ہے۔ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ مگر میں جلد ہی واپس آ جاؤں گا۔ تب تک بہروز (میل نرس) آپ کے پاس موجود رہے گا۔۔" ان کو اطلاع دیتے اب وہ ان کا ڈائٹ

چارٹ اٹھا چکا تھا۔ ان کو مختلف ہدایات دیتا وہ فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔ جبکہ سامنے موجود اس کا باپ جس سے تین ماہ کا بیٹا چھینا گیا تھا قدرت نے اتنے احسن طریقے سے لوٹایا تھا جس کا وہ جتنا شکر ادا کرتے اتنا کم تھا۔

ہانیہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے بال سلجھا رہی تھی جو کمر سے بھی نیچے جا رہے تھے۔ اتنے لمبے بال سنبھالنے ویسے ہی مشکل تھے، سو وہ ہیئر کٹ لینے کا سوچتی موبائل اٹھاتی سیلون سے اپائنٹمنٹ بک کروانے کے لئے کال ملاتی مڑی تو اپنے پیچھے رحمان کو کھڑے پایا۔ جو مسکراتی نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ سو کر اٹھنے کے باعث آنکھوں میں ابھی تک سرخی باقی تھی۔ وہ خوابیدہ نگاہوں سے ہانیہ کے نقوش کو حفظ کر رہا تھا۔

ہانیہ بال جوڑے کی شکل میں لپیٹتی، کال کٹ کرتی اس کے قریب آئی۔

"نیند پوری ہو گئی؟۔۔" اس کے ماتھے پر بکھرے بال ہٹاتی وہ نرم آواز میں بولی۔ جبکہ اس کی انگلیوں کا نرم لمس محسوس کرتے ایک مرتبہ پھر سے دل تیزی سے دھڑکا۔

"تم اگر ہر روز اتنی خوبصورت دکھو گی تو میں تو کسی اور کام کا نہیں رہوں گا۔۔" رحمان پر شوق نگاہیں اس کے چہرے پر ٹکائے بولا۔ ہانیہ کا اس کے بالوں میں چلتا ہاتھ ساکت ہوا۔ عارضوں پر سرخی نمایاں ہونی شروع ہو گئی تھی۔

رحمان اس کا ہاتھ بالوں سے ہٹاتا لبوں سے لگا گیا۔

"مسٹر خان!۔۔" ہانیہ جب بھی اس کے سامنے نروس ہوتی تھی تو اسی نام سے بلاتی تھی۔

"تم میری روح کا وہ حصہ ہو جس سے میرا سارا سکون جڑا ہے۔۔" وہ نرمی سے باور کروا رہا تھا۔

"تم وہ نظارہ ہو جو میری آنکھیں ہر وقت دیکھنا چاہتی ہیں۔۔" اس کا ہاتھ نرمی سے چھوڑتے وہ مڑ گیا۔ اور ہانیہ تو حیرتوں میں گھری اس کی پشت کو تک رہی تھی۔ آج کل یہ شخص کچھ زیادہ ہی اظہار محبت کرنا شروع ہو گیا تھا۔

"کچھ دیر میں ہم لوگ مہندی کا سامان دینے کے لئے نکل رہے ہیں، تم چلوگے ساتھ؟۔۔" ہانیہ اس کو باتھ روم کی جانب بڑھتا دیکھ بولی۔

"مہندی کی رسم نہیں ہو گی کیا؟۔۔" رحمان مڑتے ہوئے حیرانی سے بولا۔

"نہیں....نازنین کا تمہیں معلوم ہی ہے۔۔" خفیف مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہانیہ بولی۔ رحمان بھی نفی میں سر ہلاتا مسکرا دیا۔

"ایک وہی سمجھدار لڑکی ہے اس پورے خاندان میں۔۔" کھلے دل سے تعریف کرتے وہ مسکرایا۔

"سمجھدار سے مطلب؟۔۔" ہانیہ نا سمجھی سے بولی۔

"دین کو سمجھنے والی بچی ہے۔ ابھی سیکھنا شروع کیا ہے اس نے، اور دیکھو کتنی پختگی ہے اس کے قول و فعل میں۔" رحمان وارڈروب کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔ ہانیہ بھی اس کے برابر میں آکر کھڑی ہو گئی۔ اور ایک سفید رنگ کا کرتا شلوار نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔

"میں بھی دین سیکھنا چاہتی ہوں...۔۔" وارڈروب میں سے اپنے کپڑے نکالتی وہ رحمان کی جانب مڑی جو حیران نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم مسلمان ہو... تمہیں دین آتا ہی ہے۔ سیکھنے کی کیا ضرورت؟۔۔" انداز سرسری سا تھا۔

"ہاں مذہبی لحاظ سے ہوں۔ اب عملی لحاظ سے بھی ہونا چاہتی ہوں۔۔" رحمان کو حق دق چھوڑے وہ اپنے کپڑے بیڈ پر رکھتی اب میچنگ جیولری نکال رہی تھی۔

"تم نے اتنی سمجھداری کی باتیں کس وقت سیکھیں؟۔۔" وہ ابھی بھی حیران تھا ان الفاظ پر جو ہانیہ نے کہے تھے۔

"تمہارا مطلب کیا ہے کہنے کا کہ میں بیوقوف ہوں؟۔۔" اب کہ دونوں ہاتھ کمر پر جماتے وہ تڑخ کر بولی۔

"ن... نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔" رحمان۔ گڑبڑاتے ہوئے بولا۔

"تمہارے سارے مطلب مجھے اچھے سے سمجھ میں آتے ہیں۔۔" اتنا کہتے وہ غصے سے ڈریسنگ روم میں گھس گئی جبکہ رحمان پیچھے اپنی غلطی تلاش کرنے میں لگا ہوا تھا۔ ہانیہ جب ڈریسنگ روم سے باہر آئی تو رحمان وہاں سے جا چکا تھا۔ اس کے کپڑے یونہی بستر پر آڑھے ترچھے پڑے ہوئے تھے۔ وہ خفگی سے آگے بڑھی اور انہیں اٹھا کر اسٹینڈ پر لٹکایا۔ مگر ٹھٹک کر رک گئی۔ قمیض کا دامن خون آلود تھا۔ وہ حق دق کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر چھوا تو وہی چپچپاہٹ اپنے ہاتھ پر محسوس ہوئی۔ وہ گم صُم کیفیت میں کھڑی تھی۔ زبان سے لفظ نکلنے انکاری تھے۔ پھر اس نے رحمان کو کمرے میں آتے دیکھا اور اسٹینڈ سے کرتا اتار کر لے جاتے ہوئے دیکھا۔ اس سارے منظر نامے میں ایک چیز تھی جو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی کہ کرتے پر خون کا ایک دھبہ تک ناموجود تھا۔ مگر اپنا ہاتھ دیکھا تو وہ ویسے ہی سرخ تھا۔ رحمان اس کی خاموشی کو چند لمحے قبل ہوئی جھڑپ گردانتا خاموشی سے ڈریسنگ روم میں بند ہو گیا تھا۔ ہانیہ کی نگاہیں ڈریسنگ روم کے دروازے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ رحمان جونہی باہر نکلا تو ہانیہ کو محو انداز میں خود کو تکتا پا کر کھلے دل سے مسکرا دیا۔

"کیسا لگ رہا ہوں؟۔۔" ہانیہ کے قریب آتے اس کے چہرے پر آئی لٹیں کانوں کے پیچھے اڑستے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اچھے لگ رہے ہو۔۔" اپنے ہاتھ کو نا محسوس انداز میں پشت پر لے جاتی وہ مسکرا کر بولی۔ جبکہ اس کی آنکھیں اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ وہ رحمان سے اس بات کو شئیر کرنا چاہتی تھی پر اگر وہ یقین نا رکھتا ہو ان سب باتوں پر پھر.... اور یہی وہ نقطہ تھا جہاں آ کر وہ اس بات کو خود تک محدود کئے ہوئے تھی۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ میں تمہیں اچھا لگ رہا ہوں۔۔" اب کہ وہ سنگھار میز سے پرفیوم اٹھاتا خود پر چھڑک رہا تھا۔

"تمہارے علاوہ کوئی اچھا لگتا ہی کب ہے۔۔" ہانیہ کھوئی کھوئی سی کیفیت میں بولی۔ رحمان اس کے قریب آتا اس کے بالوں پر پرفیوم چھڑکتا پیچھے ہٹا۔ ہانیہ نے یکدم ہوش میں آتے اس کی اس حرکت کو محسوس کیا۔ اپنے بالوں اور گردن پر نمی کا ٹھنڈک نما احساس محسوس ہوا۔

"تم نے مجھ پر جینٹس پرفیوم کیوں اسپرے کیا؟۔۔" وہ تیکھے چتونوں سنگ بولی۔

"کیوں کہ تمہیں اپنی خوشبو میں بسانا چاہتا تھا میں۔۔" گھمبیر لہجے میں کہتا وہ اس کا دل دھڑکا گیا۔ پل میں تنے ہوئے ابرو ڈھیلے ہوئے۔ لبوں پر مسکان اپنی چھب دکھلانے لگی۔

"تم ایک نمبر کے...۔۔" جب کچھ نا سوجھا تو وہ اتنا کہتی سنگھار میز کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

"میں ایک نمبر کا رومینٹک شوہر ہوں۔ اب جتنا چاہو اتنا بلش کر سکتی ہو۔۔" رحمان اس کے سرخ گالوں پر چوٹ کرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ پیچھے ہانیہ بس ضبط سے مٹھیاں بھینچتی رہ گئی۔ لوگوں کے شوہر ان کے اسٹینڈرڈز ہائی کرتے تھے اور ایک اس کا شوہر تھا جو صرف اس کا بی پی ہی ہائی کرتا تھا۔ جلتی کڑھتی اب اپنی جیولری پہننے لگی۔

نازنین پیلے اور جامنی رنگ کا فراک زیب تن کئے ہوئے سنگھار میز کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ بالوں کو سلجھا کر چوٹی کی شکل میں گوندھ کر وہ اب خنساء کی منتظر تھی جس کا مسکارا ہی نہیں لگ رہا تھا۔

"یار خنساء آ بھی جاؤ اب، مجھے پہلے ہی اتنے ہیوی ڈریس میں کوفت ہو رہی ہے۔۔" منہ بسورے وہ بولی جس پر خنساء کھلکھلا کر ہنس دی۔ اور پھر نازنین کی جانب بڑھی، اور اس کے چہرے پر فاؤنڈیشن لگانے لگی۔

"لائٹ لگانا زیادہ ڈارک مت کرنا۔۔" نازنین آئینے میں اپنا عکس دیکھتی ہوئی بولی جس پر خنساء نے اس کو آنکھیں دکھانے پر اکتفا کیا۔ پھر اس کو آخری ٹچ دینے کے بعد ڈوپٹہ سیٹ کر دیا۔ آج کیونکہ خالصتاً عورتوں کا فنکشن تھا اور مردوں میں سے کسی نے بھی اس طرف نہیں آنا تھا سو خنساء اپنے طریقے سے نازنین کو تیار کر رہی تھی۔ ڈوپٹہ سیٹ کرتے اس نے ستائشی نگاہوں سے نازنین کی جانب دیکھا۔

"گارجئیس... لڑکی تم تو ذرا سی تیاری میں بھی کمال لگتی ہو۔۔" خنساء تعریفی انداز میں بولتی مسکائی جس پر نازنین جھینپ گئی۔

"ساحر بھائی دیکھیں گے تو فدا ہی ہو جائیں گے۔۔" خنساء اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے مسلسل کوئی نا کوئی تبصرہ کر رہی تھی۔ جس پر نازنین کبھی جھینپ کر مسکرا رہی تھی تو کبھی کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ اتنی دیر میں ثمرین، ہانیہ اور باقی لڑکیاں بھی اس کے کمرے میں آن دھمکیں۔

"چشم بد دور، میری بیٹی تو آج شہزادی لگ رہی ہے۔ اللہ پاک بری نظر سے بچائیں۔۔" ثمرین اس کا ماتھا چومتی بولیں۔ پھر اس کے سر سے پیسے وار کر ملازمہ کے حوالے کر دیئے۔ سب لڑکیوں میں ہی اس کے آج کے روپ کو لے کر چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اور کیوں نا ہوتیں، وہ لگ بھی تو حسین رہی تھی۔

"چلو آ جاؤ پھر رسم شروع کریں، مجھے شاہین نے بتایا تھے کہ تمہیں بخار ہے، اسی لئے بس رسم مختصر ہی کریں گے۔" ثمرین نازنین کا گال چھوتیں محبت بھرے لہجے میں بولیں۔ اور چند ہی لمحوں میں گھر کے مین ہال میں پیلے پھولوں سے سجے جھولے کے درمیان نازنین بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں اطراف میں مہندی آرٹسٹس بیٹھیں اس کے ہاتھوں اور بازوؤں پر مہندی لگا رہی تھیں۔ جبکہ باقی بڑی اور بزرگ عورتیں اس کے سر سے پیسے وارتیں، دعائیں دیتیں اپنی اپنی نشست سنبھال رہی تھیں۔ دوسری جانب گھر کے وسیع لان میں سجاوٹ کی گئی تھی جہاں لڑکوں کا شور و غل تھا۔ آج کے دن ان کا داخلہ گھر کے اندر ممنوع تھا۔ سب لوگوں کے لئے حیرت کا مقام تھا یہ سب کیونکہ ایلیٹ کلاس میں تمام فنکشنز مخلوط ہوتے ہیں۔ اور یہ واحد فنکشن ایسا تھا جو اتنا خاموش اور الگ تھا۔

شہریار لیٹ ہونے کے باعث سیدھا ہال کے اندر جا پہنچا، مگر پھر وہاں صرف ایک نظر عورتوں کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ سامنے جھولے پر بیٹھی نازنین کو ایک نظر دیکھا تو مبہوت رہ گیا۔ خود پر نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے نازنین نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تو شہریار کو وہاں پا کر دل دھک سے رہ گیا۔ آس پاس کے سب افراد صفر ہو گئے۔ سارے مناظر دھندلا گئے۔ ہنسی کی گونج، چوڑیوں کی کھنک سب کچھ بے آواز ہو گیا۔ سامنے اگر کچھ زندہ و مجسم تھا تو بس شہریار علی۔ یہی حال کچھ شہریار کا بھی تھا۔ یہاں وہ اپنے دل کی کیفیت سے انجان تھا۔ نازنین کی نگاہوں میں تمام لوگ صفر ہوئے تھے نا کہ شہریار۔ نازنین سے ہوتی نگاہیں ہانیہ کی جانب اٹھیں۔ اور یہاں پر شہریار کی نگاہوں میں نازنین سمیت تمام لوگ صفر ہوئے۔ اگر کوئی منظر آنکھیں دیکھ رہی تھیں وہ ہانیہ عبید کے حرکت کرتے ہاتھ۔ جن سے وہ اپنے چہرے پر آئے بال کانوں کے پیچھے اڑس رہی تھی۔ پھر جھک کر اپنی بیٹی کے چہرے پر پیار کر رہی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ حسین اور پرکشش دکھ رہی تھی۔ نازنین کی نگاہیں شہریار کی نگاہوں کے تعاقب میں گئیں تو اس کا ارتکاز ہانیہ کی جانب دیکھ کر وہ ٹھٹکی۔ ہانیہ بھی خود پر نظروں کا ارتکاز محسوس کرتی یکدم تھمی۔ ہجوم سے نظریں

ہوتی ساکت کھڑے، یک ٹک دیکھتے شہریار پر گئیں۔ اور اب کی بار ساکت ہونے کی باری اس کی تھی۔ کیا بھرے مجمعے میں وہ شخص اسے ذلیل کرنے کے واسطے آیا تھا؟ یا پھر اس کے شوہر کو بھڑکانے۔ یہ سب سوال ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ وہ تینوں ایک دوسرے کی جانب متوجہ تھے۔ جیسے ان کے علاوہ کوئی یہاں موجود نا ہو۔ پھر حذیفہ وہاں آتا دکھائی دیا، تو وہ دونوں مسکراتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ ہانیہ کے کندھوں سے ایک بوجھ تو اتر گیا تھا مگر دوسرا بوجھ سبھی تک قائم تھا۔ جبکہ نازنین اب چہرے پر خالی مسکراہٹ سجائے سب سے دعائیں اور تعریفیں وصول رہی تھی۔

بقیہ قسط اگلے ماہ انشاءاللہ!

(اگلی قسط انشاءاللہ جلد ہی۔۔۔ پتا کرنے کے لیے ہماری سائیٹ وزٹ کریں یا ہمارے انسٹا آکاؤنٹ پر کانٹیکٹ کریں۔۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیْکُم احباب۔۔۔۔ "

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔ "

ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے

"novels ki duniya "

اور

"website"

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں --

شکریہ-----